سلسلہ مطبوعات الہ آباد لٹریری و کلچرل ایسوسی ایشن الہ آباد

[صد سالہ ادب [۱۸۵۷ء سے ۱۹۵۷ء] کا شعوری و تنقیدی تجزیہ]

[تذکرۃ الشعراء و مصنّفین]

ناظر کاکوروی

ادارہ انیس اردو • الہ آباد

دورِ حاضر میں نشر و اشاعت کی دشواریوں میں جس قدر اضافہ ہوا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن نامناسب حالات کے باوجود "ادارہ انیس اُردو" الٰہ آباد نے آنے والی نسلوں کے ادبی اور علمی شعور کو مدِنظر رکھتے ہوئے پورے بھروسے کے ساتھ تالیف و تصنیف اور تعمیری ادب کی نشر و اشاعت کی اہم ذمہ داری اپنے سر لی ہے اور ہمیں امید ہے کہ انشاءاللہ ہماری کوششیں کامیاب ہوں گی۔

ہمیں یقین ہے کہ جس حسنِ نیت سے اس ادارہ نے اس سلسلہ کا آغاز کیا ہے اُسی وسعتِ قلب کے ساتھ ہماری ہمت افزائی بھی کی جائیگی۔

سکریٹری نشر و اشاعت

ادارہ انیس اُردو الٰہ آباد

پرنٹر۔ عبدالمجید۔ اسرار کریمی پریس الٰہ آباد ۳

لے

حکیم فن

احمد صدیق مجنوںؔ گورکھپوری

کے

نام

کرو نورِ تبسّم سے اُجالا
گھٹا غم کی ہے چھائی کس بلا کی

—— جمیل چودھری

ادب میں

تقسیم ہند کے ناخوشگوار اثرات

[بچھڑے عزیزوں کی یاد میں]

جب سے نظر سے دور وہ پیارے چلے گئے
وہ شام اور سحر وہ نظارے چلے گئے

رسمِ وفا نہ پیار کی پہلی سی ریت سے
جانے کہاں وہ پیت کے دھارے چلے گئے

ہم کھیلتے ہی رہ گئے طوفان و موج سے
آ آ کے پاس دور کنارے چلے گئے

منزل کی دُھن میں راہی نے دیکھا نہ اک نظر
دلکش مقام کرتے اشارے چلے گئے

آتش فشاں سا سینہ بھی اب سرد ہوگیا
شعلے چلے گئے وہ شرارے چلے گئے

سوُنا ہے حُسن اور فضائیں اُداس ہیں
محفل سے جب وہ عشق کے مارے چلے گئے

سنا ہیں یہ عشق کی بازی ہے بے خبر
جیتے وہی جہاں میں جو ہارے چلے گئے

دیر و حرم سے دور ترے آستاں سے دور
ہم رہ گذر پہ رات گذارے چلے گئے

محفل بڑھاؤ شمع کو بھی گُل کرو کہ اب
وہ دوست وہ حبیب وہ پیارے چلے گئے

——— جے کرشن چودھری حبیب

پیش لفظ

حبیبِ بے نوا کی پیش کش ہے
متاعِ بے بہا صدق و صفا کی

حبیب چودھری

گذشتہ مارچ کے مہینہ میں عزیزی سید زوار عباس امیر الصدر کے اصرار پیہم سے مجبور ہو کر اسٹڈی سرکل الہ آباد کے جلسہ میں ایک مقالہ پڑھنے کی دعوت کو قبول کرنا پڑا۔

اس امر کے اعتراف میں مجھ کو مطلق عار نہیں کہ میں طویل نگاری کا قدیم مجرم ہوں لیکن انصاف کے خلاف ہوگا اگر اس موقع پر اسٹڈی سرکل کے اراکین کا ذکر نہ کیا جائے جنھوں نے نہایت سکون (نظم و ضبط) سے ایک نشست میں اس مقالہ کو خندہ پیشانی سے سنا۔ خلوص نیت سے میں ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا فرض منصبی تصور کرتا ہوں۔ حالانکہ یہ آسان نہ تھا۔ یہ مقالہ اچھا تھا یا برا اس سے مجھ کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ بات ختم ہوگئی۔ ایک عزیز گرامی قدر کی بات خالی گئی مگر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت ثمر ہلوری ابھی کچھ مزید تقاضہ کرنے والے ہیں۔ مشاعرہ شروع ہونے سے قبل حضرت ثمر نے مجھ سے یہ خواہش کی یہ اوراق پریشاں اشاعت کے لئے ان کے سپرد کر دیے جائیں اسی نشست میں حضرت عروض نے بھی اصرار کیا مگر میں عرصہ دراز تک ان تقاضوں کو ٹالتا رہا کیونکہ اُس وقت میں "تنقید اور تنقیدی شعور" مرتب کر رہا تھا لیکن اسی زمانہ میں مجھ کو حضرت شاعر ہلوری کا مشورہ

قبول کرنا پڑا اور میں نے یہ طے کیا کہ یہ اوراق پریشاں زیرِ تالیف کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل کر دیے جائیں۔ چنانچہ اس ارادہ سے میں نے حضرت ثمرؔ کو مطلع بھی کر دیا اور وہ بہر حال مطمئن ہو گئے۔

حسن اتفاق سے ایک دن سہ پہر کو سول لائنس الہ آباد میں برادرم سید ہادی حسن[1] سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے مشورہ دیا کہ کتابی شکل میں علٰحدہ یہ مقالہ شائع کیا جائے گا۔ عزیزی سید زوّار عباس اور برادرم ڈاکٹر حمّاد فاروقی نے بھی مجھ کو یہی مشورہ دیا کہ یہ مقالہ اسٹڈی سرکل کی ملکیت ہے اس لئے اس کو اسٹڈی سرکل شائع کرے گا۔ اشاعت سے قبل بہتر ہوگا کہ اس مقالہ کو دوبارہ لکھا جائے اور عہد بہ عہد شعراء اور مصنّفین کے حالات بھی ذرا تفصیل سے پیش کئے جائیں۔ یہ کام بے حد مشکل تھا اور میں اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ ایک نجی ضرورت سے لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا اور (میرے رفیق کار) عزیزی شجاعت علی سندیلوی نے یہ مشورہ دیا کہ اُس مقالہ کے آخر میں عہد حاضر کی ادبی جد و جہد کا نقشہ بھی بطور ضمیمہ پیش کیا جائے۔ اب یہ مسئلہ بے حد دشوار ہو گیا۔ میں نے طے کر لیا کہ ہر شخص کی رائے پر چل کر کوئی کتاب شائع نہیں کی جا سکتی اور عرصہ تک اس مقالہ کی اشاعت معرض التوا میں رہی اور میں نے اس کی اشاعت کا خیال ذہن سے نکال دیا۔

چند دنوں کے بعد مجھ کو ریواں (مدھیہ پردیش) جانے کا اتفاق ہوا۔ اور برادرم جے کرشن چودھری حبیب (جن کی محبت کی قسم کھائی جا سکتی ہے) نے یہ مشورہ دیا کہ از سرِ نو یہ مقالہ لکھا جائے۔ چودھری صاحب کی خواہش کو ٹالنا

---

[1] دانش کدہ علی گڈھ کی برادری بہت عجیب و غریب روایات کی حامل ہے۔ چنانچہ میرے پاس کوئی چارہ کار نہ رہا اور میں نے سرِ خم تسلیم کر دیا۔

میرے لئے بے حد دشوار تھا لہٰذا میں نے الہ آباد آکر از سر نو اس مقالے کو لکھا۔ اب جس شکل میں یہ اوراق پریشاں پیش کئے جا رہے ہیں ان کو اسٹڈی سرکل کے مقالہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہر شخص کو خوش کرنا بے حد مشکل ہے لیکن اب جس شکل میں یہ شائع کیا جا رہا ہے اُس سے ایک فائدہ ضرور ہوگا کہ ہر شخص ایک نشست میں اس کتاب کے مطالعہ سے صد سالہ ادب کے متعلق کسی نتیجہ پر ضرور پہنچ سکے گا۔ اور خصوصیت سے ان حضرات کے لئے یہ کتاب زیادہ مفید ہے جو امتحانات کے سلسلے میں صد سالہ ادب کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔[لہ]

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں انجمن انیس اُردو الہ آباد کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ ادارہ بڑی جرأت سے اس عام کساد بازاری کے دور میں بھی اُردو کی خدمت کر رہا ہے یہ آسان نہیں ہے۔ اس وقت تو بظاہر اُردو کی نشر و اشاعت کا مسئلہ بہت دشوار ہو گیا ہے۔

اگر عزیزی مفتی فخر الاسلام جنرل سکریٹری انجمن انیس اُردو اس کتاب کی اشاعت میں سہولتیں نہ پیدا کرتے تو شاید یہ کتاب ابھی عرصۂ دراز تک زیور طباعت سے محروم رہتی۔ چند ماہ کی قلیل مدت میں اس ادارہ نے (ادبی خدمات) نشر و اشاعت کے سلسلہ میں اپنا ایک مقام بنا لیا ہے اور کم از کم پچیس کتابیں وہ بیک وقت شائع کر رہا ہے یہ فال نیک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ادارہ نے اُردو ادب کے مستقبل کو درخشاں بنا دیا ہے اور تمام بہی خواہان ادب اُردو اس سلسلہ میں ادارہ انیس اُردو کے شکر گذار ہیں اور آنے والی نسلیں بڑے احترام

لہ اس کتاب کا وہ حصہ جو لکھنوی شعراء کے متعلق تھا اُس کو اس کتاب سے فی الحال علاحدہ کر دیا گیا ہے۔ وہ کتاب بہت جلد انجمن انیس اردو الہ آباد کی طرف سے شائع کی جائیگی۔

اس ادارہ کا ذکر کرنا فخر و مباہات تصور کریں گی۔

جائزہ اگر بُرا ہے تو اس کی ذمہ داری کاتب اوراق قبول کرے گا۔ اور اگر کہیں اتفاق سے کوئی حسن نظر آجائے اُس کی ذمہ داری یکسر عزیز از جان مفتی ضیاءالاسلام کے سر عاید ہونا چاہیے جن کی بے لوث خدمات نے انجمن ایس اردو کے نام کو روشن کیا ہے اور الہ آباد لٹریری کلچرل ایسوسی ایشن کو حیات ثانی عطا کی ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ ان حضرات کی بے لوث خدمات کا تاریخ ادب میں مناسب الفاظ میں ذکر کیا جائے گا۔

جس خلوص نیت سے یہ اوراق پریشاں پیش کیے گئے ہیں بعد آرزو و توقع کی جاتی ہے کہ روایتی وسعت قلب سے اُس کے مطالعہ کی تکلیف شاقہ بھی برداشت کی جائے گی۔

کتنا پُر کیف وہ افسانۂ غم ہوتا ہے
جو مرے خون کی سرخی سے رقم ہوتا ہے
—— جوہر بجنوری

طلوع سحر
ناظر کاکوروی

حلقۂ دانشوران، ۱۸ الگن روڈ الہ آباد
مورخہ ۸ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء

جائزہ

[صد سالہ ادب کا تجزیہ تنقید اور شعوری جائزہ]

پس منظر سن ستاون سے ہندوستان کے معاشرہ میں ادبی و سیاسی حیثیت سے غیر معمولی تغیرات رونما ہوئے لیکن اس سیاسی تجزیہ سے فی الحال ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ گو اس عہد کے اُس کے ہمہ گیر اثرات سے کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جو خون آشامیاں اس سلسلہ میں پیش آئیں اُن کے نقوش اُس دور کے بیشتر ادب میں کسی نہ کسی جگہ ضرور پائے جاتے ہیں لیکن وقتی استبداد اور غیر ملکی حکومت کے اقتدار نے ان نگارشات ادبی کو اُبھرنے کا موقع نہ دیا۔ دہلی۔ لکھنؤ۔ لاہور۔ پٹنہ اور حیدرآباد میں ادبی شمع روشن تھیں۔ مشاعرے ہوتے تھے۔ بیت بازی کا ذوق تھا۔ پہیلیوں اور کہانیوں کا بھی رواج تھا۔ ضرورت سے چند ایسی نئی زبانیں (جنکا تعلق رسم الخط سے نہ تھا) ادب میں رائج ہو گئی تھیں جن کا ذکر مختلف تاریخوں، تذکروں اور روزنامچوں میں ملتا ہے۔ اس دور میں سید کمال الدین حیدر (سید محمد میر) نے مہاراجہ دگ بجے سنگھ والی بلرام پور کی اعانت سے اُس عہد کی ادبی تاریخ قیصر التواریخ میں پیش کی۔ بہادر شاہ ظفر اور واجد علی شاہ اختر دونوں شاعر اور شاعر نواز تھے۔ ان کے اتباع میں رؤسا و امرار بھی صحیح ذوق رکھتے تھے۔ حد یہ ہے کہ حکومت وقت کے نمائندے بھی اُردو میں خط و کتابت کرلے کے عادی تھے۔ غدر کے واقعات اکثر بہادروں نے لکھے لیکن ان کی اولاد خوف سے شائع نہ کرسکی۔ سدیلہ کے سید منظر علی نے بھی ایک روزنامچہ مرتب کیا جس کا مناسب انتخاب ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے شائع کر دیا ہے۔ نواب سلطان جہاں بیگم قیصر نے جنکا تعلق شاہ اودھ

کے خانوادہ سے تھا۔ انھوں نے بھی کچھ یادداشتیں قیصر نامہ میں پیش کیں جن کا ابتدائی حصہ فروغ اُردو نے شائع کیا۔ کچھ مثنویاں اور بیگمات کے خطوط بھی ہیں جن میں غدر کے حالات بھی جابجا ملتے ہیں جن سے ایک عمدہ تذکرہ موجودہ کتابوں اور روایات پر ضرور مرتب کیا جاسکتا ہے۔ دہلی اور اودھ دونوں جگہ ہندوستانی اُمراء اور ادبا نے اپنی کتابوں میں حاشیہ پر کچھ واقعات ضرور ایسے لکھے ہیں جن سے اُس دور کی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔ یہ تمام ادب بغیر تحقیق و تدقیق اگر شائع کردیا جائے اور ایک مقدمہ میں تاریخی و ادبی اشارے پیش کئے جائیں تو اُس وقت جو روایات ورثہ میں لوگوں کو سینہ بہ سینہ ملی ہیں اُن کو جمع کیا جائے تو یہ بڑی ادبی خدمت ہوگی۔ مولانا امیر مینائیؔ۔ مولانا محسن کاکوروی، نواب کلب علی خاں اور نواب یوسف علی کے خطوط ان کے کتب خانے میں سرسید احمد۔ نذیر احمد۔ محمد حسین آزاد۔ خواجہ الطاف حسین حالیؔ کے خطوط اگر تلاش کئے جائیں تو ایک مستند تاریخی ادب شائع ہوسکتا ہے۔ تقریباً چار سال تک ایسے خطوط و روزنامچے۔ کتابچے۔ نوحے۔ مراثی۔ سلام۔ غزلیں اور نظمیں لکھی گئیں اور ملک میں ان کی شعلہ فشانی سے سحرآفریں اثرات قائم ہوتے رہے۔ آخر میں کچھ ادیبوں نے اس دور کے بیشتر ادیب کو جادۂ ارتقا پر لانے کے لئے اصلاحی قدم اُٹھایا اور وہ یقیناً زمانہ کے سرد و گرم سے واقف ہونے کی بناء پر بہ آئینہ کامیاب بھی ہوئے اور نئی نسل کے لئے ورثہ عظیم میں صحت مند ادب کے نقوش صالحہ چھوڑ گئے۔ اسی لئے ادبی تاریخ اس دور کی ۱۸۶۱ء سے شروع ہوئی اور حکومت وقت کو اطمینان سے نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنا پڑا۔[۵]

---

[۵] اس دور کی تاریخیں ڈاکٹر نفی احمد کاکوروی۔ رئیس احمد۔ پنڈت سندر لال۔ حسین شبر حیدری قیصر تمکین۔ خسیر احمد علوی۔ اور افسانوی ادب میں سائل میح آبادی۔ تصدق حسین۔

ادب کا تنقیدی شعوری جائزہ
۱۸۵۷ء سے ۱۸۹۹ء تک

سرسید کے رفقا و انصار:— پیر روشن ضمیر اور ادبی عصریہ کے
پیغامبر سرسید احمد نے ۱۸۶۱ء میں سائنٹفک سوسائٹی علیگڈھ میں قائم کی۔ دس
برس بعد (دانشکدہ علیگڈھ کا سنگ بنیاد سے تین برس قبل) تہذیب الاخلاق کا اجرا ہوا۔
اس رسالہ کی قدیم مکاتیب خیال کے اساطین نے عادتاً بغیر کسی شعوری جذبے کے
بے پناہ مخالفت کی لیکن کاروان ادب چلتا رہا۔ یقیناً سید اعظم ادب و معاشرہ کے
قومی معمار تھے۔ جو تاج محل آئندہ دور میں ان کے رفقا و انصار نے قائم کیا اُس کی
بنیاد انھیں نے رکھی تھی اسی لئے ان کی جملہ کاوشیں اور کاہشیں آج بھی
آثار الصنادید نظر آتی ہیں اور اسی طرح ان کے رفقا کی نگارشات ادبی کو عوامی ادب میں
یکسر آیات بینات کا امتیازی درجہ عطا ہوا۔ یہ بڑا احسان تھا اُس دور رس اور

خواجہ عبدالرؤف عشرت۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی اور کچھ دیگر افراد نے ضرور شائع کیا۔ لیکن ایک
عام تشنگی ہر کتاب میں پائی جاتی ہے۔ شکر ہے کہ الہ آباد سے حلقۂ دانشوراں نے طلوع سحر
شائع کر کے بہت کچھ ہندوستانی ادب میں اضافہ کیا۔ انگریزی میں اکثر اہل کمال ایسے
نقوش چھوڑنے میں کامیاب ہوئے۔ اس سلسلہ میں اس خون آشام عہد کی سب سے مشہور
کتاب 'اسباب بغاوت ہند' ہے جس کو میر مشرق سرسید احمد خاں نے مرتب کیا تھا۔ یہ
پہلی کتاب تھی جو پارلیمانٹ میں تقسیم کی گئی تھی۔ وہ ۱۸۵۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کو
(کی صد سالہ سالگرہ) کے دن بڑے آب و تاب سے شائع کیا گیا۔ اس کتاب کا اصل متن
(جدید مقدمہ) عمدہ مقدمہ کے ساتھ ۱۵ اگست ۱۹۵۸ء کو شائع ہوا ہے۔ اگر
دانشکدہ علیگڈھ سے اس دور کی دوسری کتابیں بھی مقدمات کے ساتھ طبع کی جائیں
تو ہماری تہی مائگی کسی بڑی حد تک دور ہو سکتی ہے۔ [احمد]

روشن ضمیر معمار اعظم کا جس کے گرانبہا احسانات سے ادب اُردو کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔
سر سید اعظم کے رفقا و انصار میں مولوی ذکاء اللہ۔ مولوی چراغ علی۔ نواب وقار الملک۔
نواب محسن الملک۔ نواب عماد الملک۔ حالی۔ شبلی۔ نذیر احمد اساطین ادب ہیں اور
صاحبان طرز بھی اور اپنے اپنے رنگ میں منفرد۔

مولانا محمد حسین آزاد

مولانا محمد حسین آزاد کا لوائے فضل و کمال بھی بلند ہوا۔
وہ خوش فکر خوش گو اور لطیفہ سنج تھے۔ حکایتی نثر کا جو
شگفتہ اور دل نشیں انداز انھوں نے اختیار کیا وہ اب بھی بے نظیر ہے۔ تمثیل نگاری کے
وہ موجد تھے۔ اُن کی نگارشات ادبی نے عوامی تشنگی کو دور کرنے کے لئے آب حیات بخشا۔

نذیر احمد

نذیر احمد عالم اور مصلح قوم تھے ان کا اصل موضوع نسائی تعلیم تھا
اصلاح اخلاق و معاشرت اُن کا پیغام تھا۔ ناول نگاری اور معارف
کو ادب میں سلیقہ سے پیش کرنے میں اُن کا کوئی مقابل و مماثل نہ تھا۔ آج بھی اُنکی
فنی اصلاحات کو عزت سے دیکھا جاتا ہے۔ نظر میں احتیاط ملحوظ خاطر تھی۔ اسی لئے
مذہبی اور قانونی تراجم میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

اصلاحی مشعل

سید احمد اور ان کے وفا شعار رفقا و انصار نے پہلی بار
اصلاحی مشعل روشن کی جس کی تابناک اور باصرہ نواز ضیا سے
تمام معاشرہ جگمگا اُٹھا۔ غالب نے بھی سمجھ بوجھ کر اسی عہد میں اس کاروان ادب کی
سوگوار وادیوں کو مشعل ہدایت دکھلائی اور نثر میں بے تکلفی۔ بے ساختگی۔ سادگی۔

غالب کی شمع افروزی

شوخی ظرافت اور سلاست و روانی سے اس قافلہ کی امارت
حاصل کرلی۔

عالم الحاضر ڈاکٹر سر سید احمد کی قیادت

اس حقیقت سے آج کون انکار کرسکتا ہے کہ سید احمد
کی قیادت میں ان انصار و رفقا نے ادب و معاشرہ کی مفلوج

زندگی میں توانائی وصحت مندی پیدا کر کے ایک نئی روح پھونک دی جو بذات خود ایک بڑی اہم خدمت تھی جس نے ان کی ادبی نگارشات کو حیات جاوید عطا کر دی۔[۵]

مولانا عبدالحلیم شرر بیک وقت انشا پرداز، شاعر، ناقد، ناظر، صحافی اور زبان داں تھے۔ دربار اودھ سے تعلق تھا۔ بیگماتی ٹکسالی زبان پر عبور تھا۔ نیم تاریخی بنیادوں پر ناولیں لکھ کر اپنی شہرت میں غیر معمولی اضافہ کر لیا ہے۔ شرر نے ناول کے ذریعہ پہلی بار ملک میں عوامی ادب کو رائج کیا اور اس طرح ادب خواص سے عوام میں پہنچا۔ ان کے معاصر حکیم محمد علی نے بھی تبلیغی خدمات ناول کے پیرایہ میں پیش کیں۔ لیکن پنڈت رتن ناتھ سرشار جب مسند ادب پر متمکن ہوئے تو ادب کو ایک خاص مقام ہمارے معاشرہ میں ملا۔ وہ بلا کے شوخ اور بہترین انشا پرداز تھے۔ لکھنویات پر عبور تامہ حاصل تھا۔ محاورات اور بیگماتی زبان پر قدرت تھی۔ طویل فسانہ نگاری کے اولین معماروں میں تصور کئے جاتے ہیں۔ بوستان خیال کے بعد یقیناً فسانہ آزاد کو قبولیت کا درجہ حاصل ہے۔ اسی دور میں کاکوری کے مشہور

سرسید اعظم۔ خواجہ الطاف حسین حالی۔ نذیر احمد۔
ذکاءاللہ۔ محمد حسین آزاد۔ چراغ علی۔ محسن الملک۔
نواب عماد الملک۔ مولانا شبلی نعمانی۔ سجاد حسین

---

[۵] اس جادۂ ارتقاء میں مولوی بشیر الدین کا ذکر بھی ضروری ہے جن کی تعلیمی خدمات بےحد روشن اور تابناک ہیں۔ اسلامیہ کالج اٹاوہ اُن کی زندہ یادگار ہے۔ البشیر ان کا نقیب تھا۔ حبیب اللہ خاں۔ سید طفیل احمد۔ ڈاکٹر ضیاء الدین۔ شیخ عبداللہ کا بھی ذکر اس عہد میں ناگزیر ہے۔ یہ لوگ عالم متبحر بھی تھے اور شگفتہ نگار ادیب بھی۔ سید طفیل احمد کی خدمات ادبی معاشرہ میں روشن مستقبل کی طرف رہنمائی کرتی نظر آتی ہیں۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد مارہروی کی خدمات ادبی یکسر تعلیمی تھیں۔ وہ سید احمد کے صحیح وفاشعار پیرو تھے۔ تمام عمر قوم کی خدمات ادبی صحیح جذبہ سے بغیر کسی صلہ کے کرتے رہے جو اپنی جگہ پر مسلم ہے۔ [سید عبدالجلیل حسنی]

رتن ناتھ سرشار۔ اکبر الہ آبادی

انشاء پرداز منشی سجاد حسین نے ادب میں پہلی بار فنی حیثیت سے شعوری طور پر طنز و مزاح کا سنگ بنیاد رکھا اور اودھ پنچ کے ذریعہ بڑی عمدہ خدمت انجام دی اور پہلی بار کھل کر سیاسی رجحان ادب میں پیش کیا گیا۔ گو غالب کی ظرافت بھی نثری ارتقا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی تھی لیکن سجاد حسین کے رفقاء و انصار نے اس متروک شعبہ کی ناخدائی کرکے ادب میں وسعت کی نئی راہیں کھول دیں مرزا مچھو بیگ عاشق۔ نواب سید محمد آزاد۔ سید اکبر حسین اکبر۔ اور جوالا پرشاد برق کی ادبی نگارشات نے اس سیاسی معیار کو قائم کیا جس کے خوشگوار اثرات آج نئی نسل ہر طریقہ سے محسوس کر رہی ہے۔ اکبر الہ آبادی نے اس رنگ کو بہ انداز نو نظم میں پیش کرکے الہامی کیفیات ادب میں پیش کر دیں اور وہ خود ایک دن اس طرز خاص کے صاحب فن تسلیم کر لئے گئے۔ یہی دور تقریباً انیسویں صدی کے اختتام تک رائج اور مقبول رہا۔

حضرت شاہ تراب علی کاکوروی۔ حضرت محسن کاکوروی۔ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی۔ مولانا ناصر حسین — سید مقبول احمد۔ خلاق معنی انیس۔ طوطی شیریں مقال دبیر۔ مولانا امیر احمد مینائی۔ نواب داغ۔ ریاض خیرآبادی۔ مضطر خیرآبادی۔

اس دور میں حضرت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی۔ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی۔ احسان الہند مولانا محمد محسن کاکوروی کا ذکر بھی ضروری ہے کہ ان پہلے دو حضرات نے بڑی پامردی سے مذہبی اقدار کو تصوف کی لے میں پیش کیا اور کامیاب ہوئے۔ مداح رسول حضرت محسن کاکوروی پہلے ادیب و شاعر ہیں جنھوں نے ملکی اثر قبول کیا اور نعت میں ان ہندی تلمیحات کو بہ نظر احسن استعمال کیا اور نعت گوئی کا سنگ بنیاد ادبی حیثیت سے رکھا۔ اس دور میں مذہبی افراد میں سوامی دیانند۔ حضور صاحب جی مہراج۔ مرزا غلام احمد۔ مولانا ناصر حسینؒ کی خدمات بے حد روشن ہیں۔ ان حضرات نے بڑی بہادری سے مذہبی

؎ مولانا ناصر حسین بہت بیش قیمت کتب خانہ ورثہ میں چھوڑ گئے ہیں جو آج بھی لکھنؤ میں پولیس اسٹیشن

اقدار کو ادبی حیثیت سے پیش کیا۔ اس دور میں خلاق معنی حضرت انیس اور طوطی شیریں مقال حضرت دبیر نے مراثی لکھ کر اپنا مقام ادب میں محفوظ کرلیا۔ اگر آج ادب اُردو کی کسی تاریخ میں ان صاحب طرز شاعروں کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ تاریخ یقیناً ناقص ہوگی۔ اسی طرح مرزا دبیر کے احسانات سے بھی ادب اُردو سر نہیں اٹھا سکتا۔ ادب میں مراثی کے پامال راہوں کو ان دونوں اساطین ادب نے زندگی اور تابندگی بخشی۔ اس دور کے ختم کرنے سے قبل منشی امیر احمد مینائی کا ذکر بھی بیحد ضروری ہے۔ وہ عالم باعمل تھے۔ شاعر و تذکرہ نگار بھی اور بقول اقبال صدیقی مولنا اگر شاعر نہ بھی ہوتے تو فنی حیثیت سے آپ کے درجۂ کمال میں مطلق فرق نہ آتا۔ واجد علی شاہ اختر کے دربار سے منسلک رہ چکے تھے۔ زبان پر قدرت تھی۔ اغلاط پر نگاہ تھی۔ امیر اللغات کا پہلا دفتر قائم کیا۔ یہ بڑی ادبی خدمت تھی۔ ان کے بعد دوسرا قابل ذکر نام نواب مرزا داغ کا آتا ہے۔ جن کا عروج دکن میں ہوا۔ ان کے مقطعے غضب کے ہوتے ہیں۔ زبان کی نزاکتوں پر ان کی نگاہ تھی۔ ان دونوں حضرات نے تمام عمر ادبی خدمت کی اور ادب کے دفتر میں اپنی جگہیں محفوظ کرلیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی زندگی میں شہرت صادقہ حاصل ہوگئی تھی۔ اس دور میں مرزا حیرت کی بھی بہت قدر و منزلت ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دانشکدہ علیگڈھ کی مہر تصدیق جس شاعر پر نہ لگی وہ کامیاب نہ ہوسکا۔

مطابع اخبارات۔ رسائل اس دور میں منشی نولکشور کے مطبع نے بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ادبی خدمات انجام دیں اور کانپور میں

نگوہ کے قریب موجود ہے۔ ان کے صاحبان کمال صاحبزادے اس کتب خانہ کی نگہداشت پر مامور ہیں۔ تشنگان ادب کو اس کامیاب کتب خانہ سے استفادہ کرنا چاہئے۔ کاکوری کے کتب خانہ نو دریہ امیر محل و ندوۃ العلماء کے شرقی نوادر کے بعد اس کتب خانہ کی افادی حیثیت بے حد بلند ہے۔

رحمت اللہ رعد اور آگرہ میں صوفی مطبع سے برابر نشر و اشاعت ہوتی رہی۔ دہلی کے قدیم ناشر مولوی عبد الاحد کے مطبع نے کافی خدمت انجام دی۔ یہ کیفیات ادب میں تقریباً کم و بیش ۱۸۵۵ء سے ۱۸۹۹ء تک قائم رہیں۔ اخبارات میں اودھ اخبار کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کرسکا جو خلوص نیت کا نتیجہ تھا منشی نولکشور کا۔

ادب کا شعوری (تنقیدی) جائزہ

خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی نے جس سلیقہ سے مقدمہ شعر و شاعری لکھ کر تنقیدی محل کا سنگ بنیاد رکھا۔ اُس ادبی تاج محل سے نہ صرف ہمارا ادب مالا مال ہی ہوا بلکہ عوامی ادب میں بھی حالی نے اپنا مقام مختص اور محفوظ کرلیا۔ حالی ایک متبحر عالم اور صاحب طرز ادیب تھے۔ ناقدانہ جذبہ نے ان کی

خواجہ الطاف حسین حالی

رفعت کو معاصرین کے مقابلہ میں بے حد بلند کردیا تھا۔ انداز بیان صاف و سلیس و شگفتہ تھا۔ طرز اسلوب میں علمیت اور فکر و نظر کی گہرائی پائی جاتی تھی۔ حالی جس اعلیٰ درجہ کے ناقد تھے ویسے ہی قادر الکلام شاعر بھی۔ زور بیان اور فصاحت زبان کے ساتھ خلوص اور درد بھی اُن کا حصہ خاص تھا۔ قوم مرحوم کی بے بسی اور خستہ حالی کو دیکھ کر بے کیفی سے تڑپ اٹھتے تھے اور اسی تلملاہٹ میں جو کچھ کہا ہے اُس کا ہر لفظ آج زمانہ بدلنے کے بعد بھی اثر سے خالی نہیں ہے۔ بقول سید ہادی حسن کمال فن یہی ہے۔ حالی کا مشاہدہ بھی بقول عروض الہ آبادی معمولی نہیں ہے۔ وہ حقیقت اور واقعیت کو خوبصورت تشبیہات اور استعارات اور لطیف کنایات سے اس سلیقہ سے بیان کرتے ہیں کہ بقول ثمر بلوری عوامی ادب میں ہو بہو تصویر کھنچ جاتی ہے۔ مسدس حالی میں یہ جملہ امور بلاغت کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ جو بقول زوار عباس امیر الصدر قومی تہذیب اور معاشرتی یک جہتی کی قابل قدر یادگار ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی یہ مسدس قومی اتحاد کی شاہراہ کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ حالی نے تم شاہد اشعر کہہ کر

ادب اُردو میں اپنا مقام بقول بیگم شمس الدین احمد ممتاز اور اپنا مرتبہ نمایاں کر دیا ہے۔ بیگم اقبال احمد نے بالکل صحیح کہا ہے کہ اردو ادب کو اس قادر الکلام شاعر اعظم سے غیر معمولی فوائد پہنچے۔ لوگ غلطی سے حالی کو اساتذۂ فن میں شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ تو محسنین ادب میں بھی منفرد تھے۔

علامہ شبلی نعمانی

حالی کی تنقیدی راہوں سے علامہ شبلی کو دعوت فکر و نظر ملی۔ شبلی بھی ایک عالم متبحر، مورخ بے ہمتا اور فلسفی بے نظیر تھے۔ انشاپردازی میں یک شوخی، طنز اور رنگینی کے صحیح معنوں میں موجد ہیں۔ اُن کی نثر کا ایک علمی وہ معیار فن ہے۔ ان کو قدرت نے ایک رچا ہوا ذوق بخشا تھا۔ یہی رچاؤ ہمیشہ عوامی ادب کو گرماتا اور تڑپاتا رہا۔ ان کے انداز فکر میں بلند پایہ علمیت۔ عالمانہ ثقافت پائی جاتی ہے۔ اُسی کے ساتھ توازن اور پختگی کے آثار بھی تھے۔ افادیت اور دلکشی میں (معاصرین میں) اُن کا کوئی جواب نہ تھا۔ شبلی شاعر بے ہمتا تھے۔ سرمایہ (غزل۔ نظم۔ مثنوی۔ قصائد۔ رباعیات۔ قطعات سب ہی کچھ ہیں) ورثہ میں چھوڑا۔ ایک بے پناہ تڑپ بجلی کی طرح اُن کی فنی نظموں میں آج بھی محسوس کی جاتی ہے۔ اساطیر مذہبی پر عبور تھا اسی سہارے وہ نظموں میں زندگی اور جاودانی پیدا کرتے تھے۔ پھر انداز بیان اُن کا حصۂ خاص تھا۔ شبلی کی سب سے بڑی ادبی خدمت دار المصنفین (اعظم گڈھ) ہے جہاں آج بھی اُن کے وفا شعار رفقا و انصار جوش و انہماک سے ادبی خدمات کے چشمے بہا رہے ہیں۔ اس ادارہ کی بے لوث خدمات استنادی معیار پیش کرتے ہوئے ہر کہ و مہ سے خراج تحسین حاصل کرتی رہتی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ دانشکدۂ علی گڈھ سے (نگارشات ادبی میں) ان کو بہت کچھ ملا ہے۔ لیکن یہ ایک راز ہے کہ جس کو خدا معلوم کیوں اُن کے متبعین نہ ظاہر کرتے ہیں اور نہ اس واقعہ کے اظہار کو کچھ زیادہ پسند ہی کرتے ہیں حالانکہ حقیقت سے انکار معارف الٰہیہ کے بھی خلاف ہے۔ بہر حال کچھ ہی وجہ ہو بقول اسمار اقبال احمد بدایونی

یہ یقینی ہے کہ حالی کے بعد نقد و تبصرہ کی راہیں شبلی نے نہ صرف روشن ہی کیں بلکہ اُن میں جگمگاہٹ اور زندگی کے جانے پہچانے اشارے اور آثار بھی بخشے۔ تنقیدی منازل میں ثقافت اور پاکیزگی پیش کرکے روایتی خشکی اور کرختگی کو دور کیا۔ عصریہ تحریکات پر گہری نظر تھی۔ اُن کا ادب قومی ورثہ ہے۔ نثر و نظم پر اُن کو یکساں قدرت کاملہ حاصل تھی۔ خطوط کے آئینہ میں بھی اُن کا رنگ منفرد ہے۔ گویا عطیہ ایزدی اسکو اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اسی لئے بقول سید ہادی حسن شبلی کے انتقادی رنگ کی تقلید نہیں کی جا سکتی۔

بیسویں صدی کا آغاز (سنہ ۱۹۰۰ء سے سنہ ۱۹۱۴ء تک) پہلا دور

ہمارا قومی ادب بھی ایک مستقل کارواں کی حیثیت رکھتا ہے [لیکن یہ کس قدر افسوس ناک امر ہے کہ ابھی تک یہ طے نہ ہو سکا کہ اس منزل کا خضرراہ کون ہے۔ موسم لطیف ہے یا راہ دشوار گذار اس کی بڑی وجہ ہماری ادبی تہی مائیگی ہے] لیکن ہمارے تذکار ادبی میں ان نقوش کا مطلق پتہ نہیں چلتا جو ضروری تھے اور جن کی روشنی میں یہ جادۂ ارتقا قابل تقلید ہو سکتا تھا۔ اس دور کے جملہ تذکرے اس علمی مطالبہ سے معرّیٰ ہیں جن کی آج ہمارے ادب و معاشرہ کو شدید ضرورت ہے۔ یہ کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ ۱۹ ویں صدی کی جملہ تحقیقات علمیہ میں یکسر تشنگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور یہی وہ تشنہ لبی ہے جس کی شکار یہ جدید نسل (ابھرتی ہوئی) نظر آرہی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جس فرد واحد کو اُردو ادب سے تعلق یا ذوق ہو وہ کیا ان تذکار ادبی کو دیکھ کر کوئی خوش گوار نقش اپنے قلوب پر مرتسم کر سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بقول سید ہادی حسن ان (نیم) تاریخی تذکروں کے مطالعہ سے اُردو ادب کی توانائی وقار اور صحت مندی کا کوئی نقش نئی نسل کے قلب پر قائم نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسے تذکروں میں (جن کی تعداد کافی ہے) حیرت ناک امر یہ ہے کہ اساطین ادب کے شعری

کارناموں کی تخلیقی کاوشوں اور علمی کاہشوں اور نظر فریب انداز کا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا۔ نہ کسی عہد میں خانگی زندگی اور معاشرت کا پس منظر ہی کہیں نظر آتا ہے۔ بقول بیگم شجاعت علی صدیقی فنکارانہ اور صناعانہ حیثیت سے بھی کسی ناقد یا ادب کو کسی معاصر ناظر یا دوسرے فنکار کے مقابلہ میں فوقیت ہے یا ترجیح اگر دی گئی ہے تو اس کا کوئی ذکر نظر نہیں آتا۔ بقول بیگم محمد الدین احمد مارہروی کس قدر افسوس ناک امر ہے کہ ناقدین کا رچا ہوا مذاق جاندار طرز اظہار اور صحت مند کا بھی کسی نگارشات علمیہ میں کوئی وجود نہیں ہے۔ حسن کی عظمت صحیح احساسات اسالیب کا امتزاج صحیح موضوعات کا تنوع اور تجربات کی پیچیدگی تنقیدی فکر و نظر کے ساتھ بھی اکثر و بیشتر کہیں نظر نہیں آتی۔ بقول بیگم زاہدہ پرنس اسمٰعیل ایک عام سطحیت اور عصبیت کے آثار جابجا ہمارے ناقدین کرام کی نگارشات علمیہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس نازک اور لطیف فرق کو نہ کسی نے سمجھا ہے اور نہ سمجھنے کی کوشش ہی کی ہے۔

امام المتغزلین سید فضل الحسن حسرت موہانی

بیسویں صدی کے آغاز سے تاریخ ادب میں ادب لطیف۔ طنز نگاری۔ فسانہ نگاری کو فروغ ہوا۔ اس وقت فنی ضروریات سے سب سے پہلے دانشکدۂ علیگڈھ سے ایک نئی تحریک ناقدانہ شروع ہوئی۔ سید فضل الحسن حسرت موہانی (امام المتغزلین) نے ناقدانہ تحریک کی بہ رضا و رغبت تبلیغ نشریہ شروع کی۔ ان کی خدمات ادبی یکسر مصلحانہ اور ناقدانہ تھیں اور قدرت نے ان کی اصلاحی خدمات کو اردوئے معلیٰ کے بقا کا ضامن سمجھا۔ اُنھوں نے غزل میں ایک نئی روح پھونکی اُس وقت اُردو غزل بے روح ہو چکی تھی۔ روش قدیم سے عام بیزاری کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ حسرت موہانی نے شعری اصلاحات کی روشنی میں ایک نیا رنگ اور گرم خون تغزل میں شامل کیا۔ حسرت ایک

اعتبار سے قدیم و جدید ادوار کے درمیان ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُنکے طرزِ بیان میں شگفتگی سادگی اور ندرت پائی جاتی ہے۔ شوخی جابجا گہری اور معنوی ہوتی گئی ہے۔ لطافت اور ادبی نزاکتوں کی شناخت آسان نہیں ہے لیکن حاؔلی کے بعد تنقیدی مشعل کو دوبارہ سلیقہ سے حسرتؔ نے روشن کیا۔ تحقیق و تدقیق میں وہ منفرد تھے۔ ادبی نوادر اُن کی نگاہ میں دور رس تھی۔ وفا شعارانہ تمام عمر ادبی خدمات انجام دیتے رہے۔ اُن کا ادب یکسر اُن کا مذہب تھا۔ رنگینی نے قدم قدم پر اُن کے قدم چومے۔ عظمت و محبوبیت نے والہانہ بلائیں لیں۔ اُن کی شعری اصلاحات یکسر حدیقۃ الشعر بن گئیں۔ انھوں نے ادبی اصلاحات سے شاعروں کے مردہ اجساد میں نئی روح ڈالکر ادبی حیثیت سے انکو زندہ جاوید بنا دیا۔ ایک مستحکم ہم آہنگی اُن کے ادبی اقدار میں آج بھی پائی جاتی ہے۔ اغلاط پر گہری نگاہ تھی۔ حقیقتاً نئی نسل کو انھوں نے ضیا فروز مشعل اَدَب دکھلائی۔ . . . . . . جس سے کوئی ناقد انکار نہیں کرسکتا اُن کی خدمات اُمودِ ئے معلّٰی میں منارۂ روشن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ؎۵

منشی امیر احمد علوی کاکوروی

حسان الہند حضرت محسن کاکوروی کے نواسے اور علامہ نور الحسن نیر کاکوروی صاحب نور اللغات کے باکمال بھانجے تھے۔ تمام عمر ادبی خدمات عبادت سمجھ کر کیں۔ زبان کی خصوصیات اہل کمال سے سیکھیں اور ان پر عمل کیا۔ طرز انشا منفرد ہے۔ شعری کمالات پر عبور تامہ حاصل تھا۔

؎۵ کس قدر افسوس ناک ادبی حادثہ ہے کہ اُن کی تمام عمر کی کمائی سیاسی معتقدات کی پاداش میں علی گڈھ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کوڑیوں کے مول نیلام کردی اور فرنگی استبداد کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ کسی اہل کمال کو ان نوادر کے خریدنے کی ہمت نہ ہوئی بلکہ اگر کسی اہل دل نے اس مصیبت میں بیگم حسرت کی مالی امداد کرنا چاہی تو اُس کو بھی سزا بھگتنا پڑی۔ ایسا نادر کتب خانہ جس میں بیش قیمت نادر تذکرے تھے وہ دوبارہ مہیا نہ ہوسکا۔ حسرت کو اس امر کا تمام عمر قلق رہا۔

انھوں نے تمام عمر (سرکاری ملازمتوں کی قید و بند میں پھنس کر بغیر کسی صلہ یا انعام کی توقع کے) بقدرِ ذوق اور بقدرِ ظرف خدمت کی۔ اور سحر آفریں شگفتہ اور بہر آئینہ کا نیا نقوشِ صالحہ اپنے ورثہ میں چھوڑے۔ اُن کی طرزِ انشاء میں بانکپن اور لطیف شوخی پائی جاتی ہے۔ وہ صحیح معنوں میں الفاظ سے کھیلتے ہیں۔ زبان اور اساطیر پر عبور ہے۔ اُن کی انشاپردازی میں شوکت و رعنائی پائی جاتی ہے۔ لکھنویات پر عبور ہے اور لکھنؤ کی مزاج سے عشق ہے۔ نقد و تبصرہ کی راہوں سے خوب واقف ہیں۔ انداز بیان یکسر رنگین اور شگفتہ ہے۔ مذہب۔ ادب۔ اسرائیلیات۔ نقوشِ تاریخ۔ تذکرہ اعمال و اوراد پر یکساں جوش و انہماک سے ان کی نگارشاتِ علیہ پائی جاتی ہیں۔ شیکسپیر کے ڈرامہ کا طالب علمی میں ترجمہ کیا جس کو سجاد حسین نے اودھ العالیہ سمجھ کر اودھ پنچ میں شائع کیا۔ یہ بذاتِ خود بڑی اہم عزت افزائی ہے۔[۵]

سر عبدالقادر، سید حسن بلگرامی، سید علی بلگرامی (ساداتِ بلگرام)

سر عبدالقادر کی خدماتِ ادبی سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے پنجاب میں ادبی قندیل روشن کی۔ اُن کو صحیح و سلیس اُردو لکھنے پر بڑی قدرت تھی۔ وہ صحیح معنوں میں علم و ادب کے مخزن تھے۔ اس موقع پر سید علی بلگرامی۔ میجر سید حسن بلگرامی۔ نواب عماد الملک (ساداتِ بلگرام) کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنھوں نے بڑی وفاشعاری سے ادبی خدمات کیں اور دکن میں ادبی مشعلیں روشن کیں۔ اور اُنھیں کے خوابِ عثمانیہ یونیورسٹی کی شکل اختیار کر کے دیگر مقامات کے مقابلہ میں زیادہ بہتر عنوان سے ادبی خدمات کا دروازہ کھول دیا۔ ادبی نوادر کے قدردان

---

۵ منشی امیر احمد علوی نے اپنی تمام عمر کی کمائی کتب خانہ کی شکل میں منتقل کر دی۔ خدا کا شکر ہے کہ اُن کا کتب خانہ امیر محل اپنی انفرادی حیثیت کو آج بھی برقرار رکھتا ہے۔ لیکن تقسیم ہند کے ناخوشگوار اثرات سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ مبادا یہ کتب خانہ بھی زمانہ کے دست و برد سے آئندہ محفوظ نہ رہ سکے۔

تھے اسی لئے ہر اہل کمال کو نوازا۔

سید سجاد حیدر یلدرم

ادبی معماروں میں سید سجاد حیدر یلدرم کا نام بھی بہت روشن وبلند ہے۔ مغربی افکار وآرا سے ادب اردو کو نوازا۔ ترکی۔ ایرانی۔ مصری وحجازی ادب سے شغف تھا خصوصیت سے ترکی مزاج سے خوب واقف تھے۔ اس ملک کے اکثر اساطین ادب سے عزیزانہ تعلق تھا اُن کا ترشا ہوا رنگ سخن بے حد نمایاں اور پاکیزہ ہے۔ انھوں نے فسانوی ادب کو زندہ کیا اور ادب لطیف کے وہ کامیاب موجد بھی ہیں۔ نظم ونثر دونوں پر اُن کو قدرت حاصل تھی۔

علامہ راشد الخیری

مصورِ غم بن کر مشہور انام ہوئے۔ دہلی کے رسم ورواج سے واقفیت رکھتے تھے۔ نذیر احمد کے خلیفہ اور جانشیں تھے۔ عوامی ادب کو پیش کرنے کا اچھا سلیقہ تھا۔ اسلوب پاکیزہ اور مؤثر تھا۔ الفاظ ومحاورات پر بھی عبور تھا۔ اُن کا ادب یکسر شام زندگی اور نوید صبح زندگی بنا رہتا ہے اور یہی فنّی کمال ہے جس کی نقل نہیں کی جا سکتی۔

حضرت خواجہ حسن نظامی

ادب نے جو محاسن جلیلہ اُن کو عطا کئے تھے وہ ہر شخص کا حصہ نہیں ہو سکتا۔ عوامی ادب پیش کرنے کا بڑا اچھا سلیقہ تھا۔ وہ اپنے دور کے نظیر اکبر آبادی تھے لیکن ان کی ثقافت اور انداز فکر کو نظیر سے کوئی علاقہ نہیں تھا۔ زبان سادہ۔ دلکش۔ رواں اور نرم تھی۔ ادب کے معماروں میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت دلگیر اکبر آبادی

اسی دور میں آگرہ کے حضرت نظام الدین اکبر آبادی کا رنگ سخن بھی بے حد جاذب نظر تھا۔ نظم ونثر کے اچھے شہ پارے انتخاب کرنے کا بڑا صحیح شعور قدرت نے اُن کو عطا کیا تھا

ظفر الملک علوی

ظفر الملک علوی (اسحٰق علی) اپنی دُھن کے پکے تھے۔ قلمی نوادر کو جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔ اُن کی انجمن میں بڑے سے بڑے

اہل کمال کو دیکھا جا سکتا تھا۔ تمام عمر ادبی خدمات کیں لیکن سیاسی ذوق نے ان کو اپنے صحیح نہج سے بارہا ہٹا دیا لیکن جب وہ پھر واپس آئے تو اُسی انداز کے ساتھ کہ ہر شخص اُن کی قدرت فکر کا قائل ہو گیا۔

نواب ناصر حسین خیال نواب صاحب کو صحیح ادب کے پرستاری کا جذبہ خالص ورثہ میں ملا تھا۔ نستعلیق ادب روانی سے پیش کرنا اُن کا حصہ خاص تھا۔ اساطیر پر نگاہ تھی اور اُن کا استعمال بھی وہ خوب جانتے تھے۔

ڈاکٹر عبدالحق ڈاکٹر عبدالحق کی خدمات ادبی ہماری رسمی تعریف و توصیف سے یقیناً مستغنی ہیں۔ تمام عمر وفاشعارانہ ادبی خدمات انجام دی ہیں۔ ان کا انداز فکر یکسر حالی کا نقش ثانی ہے۔ خطبات اُن کے رنگ خاص کی نمائش کرتے ہیں۔ زبان سلیس سادہ لیکن پر شکوہ استعمال کی ہے۔ انجمن ترقی اُردو کے روح رواں ہیں انکے ادبی عبادتوں اور ثقافتی ریاضتوں کے ثمرہائے رنگیں سے اُردو ادب کبھی بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

حضرت شاد عظیم آبادی شاد کی رنگینی کا کوئی جواب نہیں ہے۔ وہ اُردو کے کیٹس ہیں۔ کلام میں پختگی اور صحت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ گو وہ خارجی اوصاف کا استعمال غزل میں کرتے ہیں مگر انتہائی حسن کے ساتھ خارجی اوصاف کے استعمال میں دلکشی پیدا کرنا ان کو آتا تھا۔ دلکشی اور اسالیب کے توازن میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ بہار میں پرورش پاکر لکھنؤ و دہلی کے روایاتی مکاتیب خیال میں مقبول انام بنے۔ یہ کمال فن تھا۔ درد کا تصوف۔ میر کی یاسیت اور غالب کی بلند نظری اُن کے کلام میں نمایاں ہے۔ شاد کو صحیح اُردو لکھنے پر قدرت تھی۔ عام فہم طرز انشا ان کا طرۂ کمال تھا۔

ثاقب لکھنوی مرزا ذاکر حسین قزلباش کی خدمات ادبی کو کسی طرح فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ غزل کے بادشاہ تھے۔ میر و غالب میں جو خصوصیات

پائی جاتی تھیں وہ قدرت نے ثاقب کو عطا کی تھیں۔ قدیم مکتب خیال کے آخری نمایندہ تھے۔ آورد و تصنع سے اُن کا کلام پاک ہے۔

حضرت صفی لکھنوی لسان القوم مولانا علی نقی صفی لکھنوی شاعر بے ہمتا تھے۔ زبان اور بیان کی صفائی۔ بندش اور شگفتگی اور پختگی ان کے کلام کی خصوصیات ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں ادب میں جگت گرو کا درجہ رکھتے ہیں ان کا تو کیا ذکر ہے اُن کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کو آج ادب میں استادی کا درجہ حاصل ہے۔ لکھنؤ مکتب خیال کو بہت کچھ صفی نے بخشا ہے اور لکھنوی رنگ سخن بدلنے میں بھی ان کی مساعی قابل احترام ہیں۔[۱]

پنڈت برج نرائن چکبست پنڈت برج نرائن چکبست کی شاعری کا اصل مقصد وطنیت قومیت اور وطن دوستی ہے۔ اُنکی شاعرانہ سحرکاریاں صحیح معنوں میں صبح وطن سے تعبیر کی جاسکتی ہیں۔ نثر و نظم پر یکساں قدرت تھی۔ مسدس کی پامال زمینوں کو زندگی و توانائی بخشی۔ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مرثیہ کو مذہبی اقدار سے باہر لاکر ادبی و سیاسی رنگ بخشا۔

علامہ نیاز فتحپوری علامہ نیاز فتحپوری (ناقد ناظر) بہترین انشاپرداز اور بے ہمتا شاعر ہیں۔ اُن کا طرز انشا مخصوص اور رنگین ہے۔ قلم میں توازن ہے۔ اور مناسب شوخی، رنگینی اور بے پناہ متانت و سنجیدگی۔ پُرشکوہ وقار، ذہنی جذبہ تاثر اُن کی مناسب پرچھائیاں ہیں۔ ادب۔ فسانہ۔ مذہب۔ سیاست اور نقد و شعر پر ان کی

---

[۱] صفی کے بھائی حضرت ظریف نے طنز و مزاح میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا تھا۔ اس فن کے وہ بلبل ہزار داستان تھے۔ طنز و مزاح میں بھی ادبی خصوصیات بدرجۂ اتم ان کے یہاں پائی جاتی ہیں اور یہ صدقہ ہے جناب صفی کی توجہ اور عنایت کا جو اُن کو ظریف کے حال پر تھی۔

نگارشات علمیہ نئی نسلیں ہمیشہ مستفید ہوتی رہیں گی۔ ادب میں پہلی بار انھوں نے جذبۂ نقد پیش کیا۔ ملک کو اُن کی تحقیقات علمیہ کی قدر کرنا چاہیئے۔ اُن کی صحبت میں اُٹھنے بیٹھنے والے بھی اپنے ظرف کے مطابق ادیب و استاد بن گئے۔ یہ صدقہ ہے صہبائی سے علمی تعلق کا۔ فارسی و عربی اساطیر کو جس انداز خاص سے انھوں نے ادب میں پیش کیا اُس کا کوئی معاصر جواب نہیں دے سکتا۔

امام الہند حضرت محی الدین ابوالکلام آزاد دہلوی

ادب میں سیاسی رنگ جو تیزی سے نکھرا اور جو مغربی حاشیے ہمارے قومی ادب میں عین متن بنکر عوامی ادب میں رہنمائی کے لئے منارۂ روشن کی حیثیت سے اُبھرے ان میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے مخلصانہ مساعی جلیلہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ قدرت نے عالمانہ ثقافت عطا کی تھی۔ مغربی ادبیات۔ حجازی نغمات اور سرمدی الہامات ادب میں خوش سلیقگی سے پیش کئے۔ آپ کے نگارشات ادبی نے ایک لطیف سحر آفریں ساز چھیڑ کر برسہابرس کی سوئی ہوئی روح عصریہ کو خواب گراں سے چونکا دیا۔ اقوام وملل کا تذکرہ مغربی جام میں بادہ کشوں کو پیش کیا۔ بالآخر یہی نشۂ آخر ثابت ہو کر اقوام مغربیہ کے لئے غبار خاطر بنا لیکن یہی رنگ خاص (سیاسی شعور۔ ناقدانہ جذبہ۔ ناقابل تقلید ثقافت) ورثہ میں نئی نسل کے لئے چھوڑ گیا۔ بہ یک وقت حیات آفریں بھی (اور بصیرت افروز بھی) اور انکا طرز انشا دل فریب انداز بیان منفرد اسلوب قابل رشک ہے۔ بہ یک وقت نظم و نثر پر عبور تھا۔ ہزارہا شعر ورد زبان تھے۔ صحیح ادبی ذوق قدرت نے عطا کیا تھا۔ وہ خطیب بے مثال اور شاعر دلنواز شعلہ بیان انشاپرداز تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی نگارشات علمیہ ہماری رسمی تعریف و توصیف سے مستغنی ہیں۔

علامہ نورالحسن نیّر کاکوروی

مداح رسولؐ حضرت محسن کاکوروی کے لائق صاحبزادہ تھے۔ تمام عمر وفا شعارانہ مخلصانہ ادب کی خدمت کی تحقیقات علمیہ

نور اللغات میں نظر آتی ہے اسکی تحقیقات نے ہماری روایتی تہی مائگی کو دور کیا ہے
بلکہ اُس کی منزلت کو بہت کچھ حد نظر تک پہنچا دیا ہے۔ مولانا نیر نے تمام عمر کی کمائی
اور صحت عزیز اس ادبی قربان گاہ پر نثار کر دی لیکن کس قدر افسوس ناک امر ہے
کہ اُن کو عمر میں بسوا خلوص نیت، اطمینان قلب اور کام کرنے کی صحیح لگن کے سوا کچھ اور
حاصل نہ ہو سکا. ہمارے نوجوان ادیبوں کو عام بد مذاقی سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ وقت
آئے گا جب انکی انفرادی کوششیں اجتماعی مساعی کے مقابلہ میں نظر فروز اور درس آفریں
بنیں گی۔ اور یہ مساعی جلیلہ زیادہ شاندار نظر آئیں گی. بہر حال مولانا نیر کی خدمات قومی
ورثہ ہیں کل بھی مسلم تھیں آج بھی مستند ہیں۔ اور کل بھی مستقبل قریب میں ان کی
خدمات ادبی سے انکار کفر تصور کیا جائے گا۔ اب تو نور اللغات کی روشن کی ہوئی شمع کی
روشنی میں اکثر صاحبان ذوق اس خشک و بے آب و گیاہ منزل کے راہ رو نظر آتے ہیں۔[ه]
یہی خلوص نیت کا نتیجہ ہے جو قدرت نے مولانا نیر کو بخشا۔ سچ ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔

[ه] سب سے پہلے حضرت جلال لکھنوی نے اس طرف توجہ کی اور اُن کی تحقیقات علمیہ یکسر سرمایہ
زبان اُردو تسلیم کی جاتی ہیں۔ تشنہ کی نفس اللغۃ بھی نیر پریس نے شائع کر دیا ہے۔ سید احمد
دہلوی نے بھی فرہنگ آصفیہ شائع کی۔ مولوی مسیح الدین خاں سفیر اودھ نے قتیل کی دریائے لطافت
(ڈھاکہ سے) اپنے مطبع سے شائع کی اور مطبع سلطانی (قیصر باغ) لکھنؤ سے غازی الدین حیدر
(اودھ کے پہلے بادشاہ) کی لغت اُردو ۴ جلدوں میں شائع ہوئی اور اب تو پنجاب سے بھی
جامع اللغات شائع ہو گیا ہے۔ اور حضرت خیر لکھنوی بھی بالاقساط ایک لغت شائع کر رہے ہیں
مولوی مسعود حسن صاحب نے فرہنگ امثال شائع کی اور ملک سے مختلف لغات برابر شائع ہوتی
رہتی ہیں۔ گو ابھی تک اردو زبان کو نور اللغات کا جواب نہ مل سکا۔ اس لغت میں ایک کمی ضرور
ہے یعنی حالات عصریہ کا فقدان لیکن اسی کے ساتھ سند کے لئے شعر بھی پایا جاتا ہے۔ یہ بڑی*

مہدی حسن افادی الاقتصادی | مہدی حسن نے تقلید ناکام کی کوشش نہ کی بلکہ اختراع فائقہ پیش کر کے ادبی قافلہ کے امیر بن گئے۔ اصطلاح علمیہ کو وضع کرنے میں ان کو بڑا شغف تھا۔ ان کا ادب یکسر ثقافتی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ تنقیدی شعور بھی (اُن کا اُن کے) معاصرین کے لئے یقیناً شمع افروز تھا۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری | ڈاکٹر عبدالرحمٰن کا نام غالب کے مدّاحوں میں بہت نمایاں ہے۔ حسین جملے تراشنے اور خوبصورت الفاظ وضع کرنے میں کوئی ان کا مقابل و مماثل نہیں ہے۔ انھوں نے ادب میں حسین و جمیل ادبی تاج محل تعمیر کیا۔ اسی لئے بقول بیگم بشیر احمد ان کی نگارشات علمیہ نے یکسر سنگ مرمر کی طرح حسین و جمیل اصنام خیالی پیش کئے ہیں۔ جن کا تعلق لطف اندوزی سے ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی | مولانا انشا پرداز بھی ہیں۔ عالم بھی۔ فلسفہ پر نگاہ ہے اور مفکر دقت بھی۔ وہ اپنے دور کے رکن ہیں۔ تحریر میں وزن۔ تاثر۔ سلاست۔ روانی اور شگفتگی پائی جاتی ہے ان کے عالمانہ وسنجیدہ وقار نے انکے اکثر معاصرین کو زرد پشیماں کر دیا ہے۔

آغا شاعر قزلباش | اپنے دور کے نامور شاعر تھے انھوں نے نظمیں لکھ کر ادب میں اپنا نام محفوظ کر لیا ہے۔ اسی دور میں حضرت آغا حشر کاشمیری نے تمثیل کو روایت اور تقلید کے شکنجوں سے آزادی دی اور مغربی خیالات کو مشرقی لب ولہجہ سے فنی حیثیت سے پیش کیا۔ اُسی عہد میں چودھری خوشی محمد ناظر۔ نواب سائل دہلوی۔ حضرت بےخود دہلوی۔ سید جالب دہلوی۔ انشاء اللہ خاں۔ حضرت فخرالدین سخن۔ حضرت نادر کاکوروی۔

خدمت ہے۔ اگر نوراللغات کبھی دوبارہ شائع ہو تو عصریہ تقاضوں کو پورا کر دینا چاہیے۔ ان کے صاحبزادہ مولانا حاجی الحرمین حضرت طاہر محسن علوی طاہر کاکوروی کو اس مسئلہ پر غور و خوض کی خاص ضرورت ہے۔

حضرت نیرنگ۔ مولانا ظفر علی خاں۔ شبیر حسن قتیل۔ منشی احد علی کاکوروی۔ میر ناصر علی۔ مولانا امجد علی اشہری۔ حاجی محمد خاں۔ درگا سہائے سرور۔ حضرت اکبر الہ آبادی۔ قاضی محمد سلیمان۔ عبداللہ عمادی۔ سید بشیر الدین۔ لالہ سری رام۔ خواجہ ولی محمد دکی کی خدمات ادبی بے حد روشن ہیں۔ اسی دور میں حکیم مشرق علامہ اقبال کی خدمات ادبی بے حد

حضرت اقبال

بلند ہیں۔ صحیح معنوں میں وہ مفکر ہیں۔ رومی و عطار کے سیکڑوں سے جو کچھ ملا اور اساطیر مذہبی نے جو جائز رہنمائی کی اسی کو انھوں نے ادب میں پہلی بار فنکارانہ اور صنعتانہ پیش کیا۔ ان کا فلسفہ حیات یکسر تعمیری ہے۔ ان کے بلند خیالات نے قومی تعمیر میں بیش قیمت حصہ لیا ہے۔ ان کا پیغام نئی نسل کے لئے بانگ درا کا کام کرتا ہے۔ وطنیت۔ قومیت کو مذہبی انداز میں انھوں نے پیش کیا ہے۔ وہ روح عصریہ سے واقف ہی نہیں بلکہ اس کے نبض پر ہاتھ رکھ کر مستقبل کی پیشین گوئیاں کرتے ہیں۔ ان کا کلام محض رسمی اساطیر یا روایتی ترنم یا الفاظ کے گورکھ دھندوں میں مقید نہیں ہے۔ ان کا ادب ایک شاندار و باوقار شخصیت کا مظہر ہے۔ وہ محض نظم میں منفرد نہیں ہیں بلکہ بقول شبیر احمد علوی ان کی غزلیں بھی ان کی ثقافتی جذبہ کی زندہ آئینہ دار ہیں۔ تاثر ادبی۔ تحیر۔ رنگینی۔ شگفتگی اور عزم کے عناصر علیہ ان کے کلام میں جا بجا پائے جاتے ہیں۔ اور بقول منشی امبکا پرشاد تیحر انہی عناصر علیہ مثلاً اقبال کی نمایاں شخصیت کے امتزاج سے ان کے کلام میں نغمہ۔ فلسفہ اور زندگی کو بلند آہنگی سلیقہ سے پیدا کر دیا ہے۔ اُردو ادب میں کسی بلند شخصیت کا کردار اور عمل کا شدید اثر اقبال سے قبل قطعی مفقود تھا۔ ان کا شعری ذوق، پرواز تخیل میں بال جبرئیل کا سہارا لے کر عوامی ادب میں ضرب کلیم کا کردار پیش کرنے پر قادر ہے اور یہی کمال فن ہے۔ اس دور میں دیا نرائن نگم۔ لالہ سری رام۔ فخر الدین بسیفر۔ نادر علی خاں۔ نادر کاکوروی۔ نوبت رائے نظر اور ریاض خیر آبادی۔ مضطر خیر آبادی۔ اور درگا سہائے سرور جہاں آبادی کا مقام ادب میں

بیحد روشن اور جاذب نظر ہے۔ اس عہد میں سید شبیر حسن خاں قتیل۔ سید جالب دہلوی۔ انیس احمد عباسی۔ محمد فاروق دیوانہ۔ مولانا ظفر علی خاں۔ انشاء اللہ خاں کی خدمات ادب بے حد روشن ہیں۔ مولانا محفوظ علی بدایونی۔ ولایت علی بمبوق۔ مولانا محمد علی جوہر کی عالمانہ خدمات ادبی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان لوگوں نے صحافت کو ادب میں داخل کیا اور خوش گوار نقوش چھوڑے۔

مذہبی اساطین | حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ علامہ ہندی۔ مولانا ابن حسن۔ منشی امتیاز علی فیض آبادی۔ مرزا بشیر الدین محمود۔ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر۔ حضرت شاہ نقی حیدر کاظمی۔ مولانا عبدالشکور فاروقی۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے مذہبی ادب کو ثقافت عطا کی اور سلاست وصفائی بھی۔ راہ نجات اس دور کی بہترین کتاب ہے۔ جو اُردو میں آج تک رائج ہے۔ اور جمیل کا کوردی کی روایت امام جعفر صادق بے حد مشہور و مقبول ہے۔

اخبارات مطابع رسائل وغیرہ | اس دور میں زمانہ اُردوئے معلیٰ۔ تذکرۃ الشعراء۔ مخزن۔ عصمت۔ شریف بی بی۔ علی گڈھ گزٹ۔ خاتون ادیب العصر۔ ہمدم۔ البلاغ۔ الہلال۔ وطن۔ مسلم گزٹ۔ زمیندار۔ صلائے عام۔ صوفی۔ نقاد۔ سیارہ۔ صبح اُمید۔ الناظر۔ ہمدرد۔ البشیر۔ علی گڈھ منتھلی اولڈ بوائے اخبار خدنگ نظر دکن ریویو۔ سیاست۔ وکیل۔ معارف اودھ اخبار۔ علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ بے حد مشہور ہیں۔

یہ عہد اُردو ادب میں چودہ برس تک قائم رہا۔ سیاسی حیثیت سے بھی یہ دور تاریخ میں بے حد اہم اور درس آفریں ہے۔ اسی دور میں الہ آباد میں پہلی نمائش ہوئی۔ بادشاہ ہند کی تاجپوشی منائی گئی۔ تقسیم بنگال کے ہوش ربا اثرات بھی پُرجوش قلوب محو ہوئے اور سودیشی تحریک نے بھی زور پکڑا۔ ظاہر ہے کہ ان جملہ امور کا خوش گوار اثر ادب میں بھی پڑا (لیکن ہندی۔ مرہٹی بنگالی۔ کناڑی۔ ملیالم زبانوں کے ادب کے مقابلہ میں کمتر) اسی دور میں کانپور کا سنگین

واقعہ مسجد پیش آیا اور یہی وہ منارے روشن ہیں جن کی روشنی نے ہمارے ادب میں تدریجاً ترقیاں کیں اور اسی وقت سے سیاسی رجحان ادب میں نظر آنے لگا اور زعمائے ملت نے قید و بند کی تکالیف کبھی اکثر بزرگوں نے نوجوانوں کے دوش بدوش جھیل لیں ؎ لہ

جنگ عظیم اولیٰ
(سنہ ۱۹۱۴ء - سنہ ۱۹۳۹ء)

ادب اُردو کا جو دور جنگ عظیم اوّل سے شروع ہوتا ہے وہ بے حد روشن اور درس آخریں ہے۔ نئی فنی اصطلاحات نئے چلے اور نئی ادبی اقدار نئی نسل کو ملیں۔ مشرقی اور مغربی معتقدات میں تضاد زیادہ واضح اور روشن شاہراہ کی رہنمائی کرنے لگا۔ ہندوستان میں نئی تحریکیں رونما ہوئیں۔ غیر ذمہ دارانہ جذبات غلط تاویلات ادبی سے عوام میں ایسے جوش سے اُبھرے کہ سیاسی رجحان بدل گیا۔ لیکن مشیت ایزدی کچھ اور تھی اسلئے جو احکام صادر ہوتے رہے اور جو ارباب جنبش نے اپنے حلقہائے نظر میں اُن سے اثرات مرتب کئے ان کی قدریں بدلیں بنی بھی اور بگڑی بھی

لہ اس دور میں پنڈت برج نرائن چکبست کی قومی شاعری نے نوجوان قلوب میں جوش پیدا کر دیا۔ ان کی شاعری گذشتہ قومی تصور کا حسین مرقع ہے۔ وہ سیاسی مفکرین کی طرح کوئی نیا نظام مرتب نہ کر سکے بلکہ ہندستانی نوجوان قلوب کی دھڑکن کو ان کے شعر میں سُنا جا سکتا تھا۔ اس عہد میں چکبست کی شاعری کسی بڑی حد تک اقبال سے متاثر ہے۔

[ڈاکٹر شریف نعمانی - قومی شاعری ۱۹۵۱ء]

جنگ عظیم اوّل

اسی دور میں ہمارے قومی نگارشات کی لندن ۔ برلن ۔ روس ۔ انڈونیشیا میں قدر و منزلت شروع ہوئی ۔ بہت سے کتابچے اُردو زبان میں شائع ہوئے ۔ انجمن ترقی اُردو کا دفتر دکن سے دارالسلام دہلی میں منتقل ہوا ۔ نئی ادبی قدریں اُبھریں ۔ سیاسی رجحان تیزی سے ادب میں ابھرنا شروع ہوا ۔ سینکڑوں اخبارات و رسائل شائع ہونا شروع ہوئے ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد میں قائم کی گئی اور لکھنؤ مکتب خیال کے صحیح نقوش اُبھرنا شروع ہوئے ۔ غیر زبانوں کا اچھا ادب ترجموں کے ذریعہ ہمارا ثقافتی سرمایہ بنا ۔ اسی دور میں جامعہ علی گڑھ قائم ہوا ۔ اور مختلف مقامات پر علی گڑھ کے نقش قدم پر مختلف درسگاہیں قائم ہوئیں ۔ کلب کی زندگی عوامی ادب میں تفریح کا ذریعہ بنی ۔ تمثیل نگاری ادبی حیثیت سے رائج ہوئی ۔ تھیٹر کی افادی حیثیت ختم ہو گئی ۔ فلمی صنعت نے اُبھر کر نئی قدریں بنائیں ۔ مختلف درسگاہوں میں ادبی حیثیت سے اُردو کو امتیازی درجہ عطا کیا گیا ۔ پہلی بار جامعہ عثمانیہ کے ذریعہ اُردو کی وساطت سے لوگوں نے ڈگریاں لیں اور غیر ممالک میں جاکر ادبی اقدار کو بلند کیا ۔ تمثیلی مشاعرہ کو رواج ہوا ۔ مقالات پر زور دیا گیا ۔ ناول نگاری کا دور ختم ہوا ۔ افسانوی ادب نے اُبھر کر معاشرہ میں بیش قیمت اضافہ کیا ۔

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن خاں شیروانی

تمام عمر شیروانی صاحب نے ادبی خدمت عبادت سمجھ کر کی اور بغیر کسی صلہ کے روح عصریہ سے اپنی نگارشات علمیہ کو سجاتے رہے ۔ اُن کی طرز انشا ثقافت کا مرقع ہے اور پائداری اور استحکام کی جھلک پائی جاتی ہے ۔ اُن کی روح یکسر مضطرب ہے اسی لئے ان کی نگارشات ادبی کو قومی معاشرہ سے گہرا تعلق ہے ۔ نئی نسل کو ان سے بہت کچھ سیکھنا ہے ۔ ورثہ میں ایک بیش قیمت کتب خانہ چھوڑ گئے ۔ کاش یہ حبیب گنج سے کتب خانہ اُٹھ کر دانشگاہ علی گڑھ میں آجاتا تاکہ تشنگان ادب اس سے خاطر خواہ مستفید ہو سکتے ۔

مولانا سبحان اللہ گورکھپوری | عالم وقت تھے۔ علم و فضل اور سوجھ بوجھ بید تھی۔ دانشورانہ نگاہ سے ہر اہل کمال کی عزت افزائی کرتے رہتے تھے۔ مشہور شاعر ریاض کی ادبی جد و جہد اُن کے دم سے باقی تھی۔ اُنکا بیش قیمت کتب خانہ اب علیگڈھ میں موجود ہے۔ ایسے اہل کمال ہر دور میں آسانی سے پیدا نہیں ہوتے۔

مولانا سلیمان اشرف | جس قدر قدرت نے اُن کو حسین و جمیل بنایا تھا اُس سے زیادہ اُن کا قلب منور تھا۔ اُن کی دانشورانہ نگاہ نے سیکڑوں عامی افراد کو اہل کمال بنا دیا۔

ڈاکٹر سید سلیمان ندوی | علامہ شبلی نعمانی کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ مذہبی اقدار کو جس خوش سلیقگی سے پیش کرتے تھے وہ ہر شخص کا حصہ نہیں ہے۔ طرز نگارش پاکیزہ اور انداز بیان ساحرانہ تھا۔ دار المصنفین کی ادبی زندگی کو برقرار رکھنے میں مولانا کی خدمات بے حد روشن اور منور ہیں۔ انکی نگارشات ادبی یکسر اختراع فائقہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مولانا امین اصلاحی اعظمی | علم و فضل میں یکتا ہیں۔ طرز انشا میں توازن اور زور ہے جو دوسرے مشکل سے بھی کہنے پر قادر نہیں ہوسکتے وہ مولانا اصلاحی باتوں باتوں میں ذہن نشین کر دیتے ہیں۔ خلوص نیت سے مذہبی اقدار ادب میں سلیقہ سے رائج کئے۔

سوامی بھولا ناتھ | ادب میں گہرائی اور گیرائی ان کی نگارشات ادبیہ میں عام طور سے پائی جاتی ہے۔ اشارات و تمثیلات سے ادب کی وسعتوں کو بڑھایا۔ اساطیر قومی پران کی نگاہ بہت گہری ہے۔ ایسے ناقدتی زمانہ عنقا ہیں۔ مذہب میں وسعت اور رنگینی ادبی حیثیت سے انھوں نے پیش کی۔ انکی نگارشات علمیہ کے مطالعہ سے وسعت قلب اور معلومات ملتی ہیں۔

نواب جعفر علی خاں اثر — اثر لکھنؤ کے خوش گو اور خوش فکر شاعر ہیں۔ اُنکے لہجہ میں متانت و سنجیدگی پائی جاتی ہے۔ انکی شاعری میں تصوف کا رنگ غالب ہے۔ لیکن یہ رنگ کسی سے مستعار نہیں اس لئے شعر پھیکے نہیں ہوتے۔ ان کی غزلوں میں سوز و گداز کے ساتھ ایک مخصوص کیف اور ہلکا سرور بھی پایا جاتا ہے۔

سید صدیق حسن کراوی — غزل میں اپنے رنگ خاص میں منفرد ہیں۔ داخلی کیفیات اور فطری تاثر و سوز و گداز اُن کے کلام میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ زبان کی صفائی اور بندش و چستی کا اچھا نمونہ ان کے کلام میں نظر آتا ہے۔ وہ قطعات کے بادشاہ ہیں اور مجموعی طور پر وہ تمام محاسن اُن کے کلام میں پائے جاتے ہیں جن کی عصر یہ دور میں ضرورت ہے۔

پنڈت آنند نرائن ملاّ — ملاّ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ لکھنوی مکتب خیال کے دفاشعاً پیرو ہوتے ہوئے بھی انھوں نے ادب میں تازگی۔ شادابی ثقافت اور توانائی بخشی۔ زبان کو خس و خاشاک سے پاک کیا۔ ان کے کلام میں جذبۂ وطنیت اور سیاسی رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن رنگینی اور تغزل کے سحر آفریں جذبات کے ساتھ ادب آمیز تغزل میں اب داخلی آب و رنگ سب سے زیادہ اس دور میں ملاّ کے یہاں کافی تعداد میں پایا جاتا ہے۔ شوخ و طنزیہ لہجہ میں بسا اوقات زمانہ کی شکایت بھی ملتی ہے۔ اظہار واقعہ بھی بدرجۂ کمال پایا جاتا ہے۔ اکثر شعر اثر انگیزی و صداقت کا مرقع ہیں۔

حضرت انور حسین آرزو — لکھنؤ کے (مظلوم) کامیاب شاعر تھے جنھوں نے تمام عمر نام و نمود کی پرواہ نہ کی۔ زبان صاف۔ شستہ شیریں اور نرم تھی۔ محاورات و ضرب الامثال کو برجستگی کے ساتھ نظم کرتے تھے۔ خالص اُردو کی تحریک شروع کی مگر فروغ نہ پاسکی۔ افسوس ایسا قادر الکلام شاعر (زمانہ کی ناقدری سے) ابھر نہ سکا۔ پھر بھی ادب میں ان کا ایک مقام ہے بقول بیگم شمس الدین احمد

زہر زہر ہے وہ کسی رسمی نوشدارو سے دور نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت مولانا عبدالباری آسی آسی نے تمام عمر عبادتاً ادبی خدمات ادا کیں اور ایک نایاب کتب خانہ ورثہ میں چھوڑ گئے۔ نثر پر ان کی ادبی تحقیقات بہت بلند ہے (اگر میں شاعر ہوتا تو آسی کے حضور میں زانوئے ادب تہ کرنا فخر و مباہات تصور کرتا) لکھنوی مکتب خیال کا مزاج بدلنے میں اُن کا بڑا ہاتھ ہے۔ اُن کی زبان صاف۔ شستہ اور شیریں تھی۔ لغات اور اغلاط پر نگاہ تھی۔ معایبِ سخن سے واقف تھے۔ غزل۔ قصائد۔ رباعیات سب ہی کچھ لکھا اور دوستوں کو تقسیم کر دیا۔ اُن کے شعر بالعموم فصیح و شگفتہ تھے۔ افسوس ہے کہ آسی کا کوئی جانشین نہ ہو سکا۔ نظم و نثر دونوں پر اُن کی ناقدانہ نگاہ تھی۔

حضرت حبیب احمد صدیقی بجنوری جدید شعراء میں صدیقی کا مقام مختص اور روشن ہے۔ دلی جذبات واردات قلب اور تاثرات کو اگر کسی شاعر نے اس دور میں سلیقہ سے استعمال کیا ہے تو یقیناً اس میں حبیب احمد کا مقام ادبی دانشکدوں میں محفوظ و مخصوص ہو گیا ہے۔ اسی لئے فردوسِ ادب میں اُن کو ہمہ گیر مقبولیت حاصل ہو گئی ہے۔

حضرت مرزا محمد ہادی عزیز عزیز کی خدمات ادب منارۂ روشن کی طرح ہر راہ رَو کو دور سے نظر آتی ہیں۔ سوز و گداز۔ سادگیٔ خیال آفرینی کیف و ترنم اُن کے کلام کا حصہ خاص ہے۔ وہ تو استاد تھے۔ اُن کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگردوں کو بھی آج ادب میں امتیازی درجات مل گئے ہیں اور یہ صلہ ہے عزیز کی خلوص نیت کا۔ عزیز کی غزلوں میں رچا ہوا ذوقِ ادبی اور لطف و سرور پایا جاتا ہے۔ افسوس عزیز کی زمانہ میں وہ قدر نہ ہوئی جس کے وہ ہر آئینہ مستحق تھے۔ لیکن آنے والی نسلیں اُن کے ادبی نگارشات کو آنکھوں سے لگائیں گی۔

حضرت شوکت علی فانی بدایونی

یاسیات کے امام تھے۔ انھیں شکست کا احساس قوی تھا۔ اور یہی احساس اُن کی شاعری میں جاری و ساری ہے۔ اُنکے کلام سے ہمیں بے چارگی اور بے بسی کا احساس صحیح ہوتا ہے۔ ان کی یاس انگیزی دل کے دُکھے ہوئے تاروں کو چھیڑتی ہے اور آنے والی نسلوں کو ایک پیغام لطیف دیتی رہی ہے۔

حضرت عاشق حسین سیماب

زبان پر قدرت تھی۔ اغلاط پر نگاہ تھی۔ اساطیر سے واقف تھے۔ علم بیان سے دلچسپی تھی اسی لئے ان کے کلام میں روانی۔ نرمی۔ شیرینی اور پختگی پائی جاتی ہے۔ سنجیدگی اور متانت اور ثقافت میں بھی اُن کی خدمات بے حد روشن ہیں۔ اثر آفرینی اور تخیل کی فراوانی اُن کا حصہ خاص تھا۔ دل و دماغ سے وہ شعر کہتے تھے اور پورے آداب شرعی سے شعری وادیوں میں بھٹکنا اُن کو پسند نہ تھا۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ اُن کا حلقہ ادب اپنی علمیہ نگارشات کے لئے بہت مستند تھا۔ اُن کی شعری سحر کاریاں متوازن اور خوشگوار ہیں۔ انکا ذوق کار امروز کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا کر عالم آشوب پیش کرتے ہوئے معاشرہ کی تفسیر (غم اور سرود غم کی) زندگی بن جاتی ہیں اور انکا شعر انقلاب بھی یکسر کلیم مجسم کی کیفیات پیدا کر سکتا ہے۔

احسان دانش کاندھلوی

وہ صحیح معنوں میں مزدوروں کے شاعر ہیں۔ علامہ تاجور نجیب آبادی کی فیض نظر سے آسمان ادب کے روشن ستارہ بن گئے۔ منظر نگاری اور جذبات انسانی کی تصویر کشی میں اپنے رنگ خاص میں منفرد ہیں۔ ان کے مقامات ادب میں منفرد ہیں۔ ان کی نغمہ سرائیاں یکسر ناظورہ فطرت بن کر حدیقۂ ادب میں آتش خاموش کا لطف پیدا کرتی رہتی ہیں۔

حضرت اقبال احمد سہیل اعظمی

سہیل مخصوص ادبی روایات کے موجد تھے۔ وہ بیک وقت شاعر تھے اور ناقد و ناظر بھی۔ ہمہ دانی اُن کی مسلم تھی۔ کلام میں تغزل کے ساتھ تصوف کی لطیف آمیزش اُن کا حصہ خاص تھی

تخیل بلند تر تھا۔ شوخی۔ دلکشی — خوبصورت الفاظ اور لطیف تراکیب کا مناسب استعمال (گیرائی اور گہرائی سے) جانتے تھے۔

حضرت نوح ناروی استاد فن ہیں۔ ان کے جلو میں شاعروں کی خاص جماعت ان کی ہمنوائی کے لئے قدرت نے بھیجی ہے۔ اغلاط پر نگاہ ہے۔ رنگ سخن منفرد ہے۔

حضرت مولانا حافظ حاجی سید نا شاہ علی احسن احسن مارہروی وہ بہ یک وقت (عالم بھی فاضل بھی) شاعر بھی تھے اور نثار بھی۔ ناقدانہ جذبہ قدرت نے سلیقہ سے عطا کیا تھا۔ تمام عمر والہانہ جذبہ عقیدت سے بے پناہ ادبی خدمت کی۔ قدیم مکتب خیال کے آخری نمائندہ تھے لیکن عصریہ تقاضوں کی قدر کرتے تھے اور شعری اصلاحات پر بھی گہری نظر تھی۔ ایک نفیس کتب خانہ اپنے ورثہ میں چھوڑا اور دانشکدہ علی گڈھ میں آج بھی تشنگان ادب کو مستفید کرتا رہتا ہے۔ ایسے باکمال حضرات آسانی سے ہر دور میں پیدا نہیں ہوتے۔

حضرت اصغر حسین اصغر حضرت اصغر نے مسند ادب پر شاہانہ تمکنت سے جلوہ گر ہو کر ادب کی روایتی سوگوارانہ فضا کو یک لخت بدل دیا۔ جو مقام حدیقۂ ادب میں اصغر کو حاصل ہے ان کے معاصرین کے مقدر میں نہ تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُن کو اپنی زندگی ہی میں مقبولیت حاصل ہو گئی۔ ان کی شاعرانہ سحر کاریوں کے مطالعہ سے غیر معمولی رفعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی حساس طبیعت نے شعری لطافتوں کو جس اعلیٰ منزل تک پہنچا دیا وہ کسی دوسرے کی بس کی بات نہیں ہے۔ مزاج آزاد۔ قناعت پسند اور دنیاوی جاہ و جلال سے یکسر مستغنی تھا۔ ان کے شعر ترشے ہوئے ہیرے ہیں۔ ثقافت ادبی۔ آداب شرعی اور خلوص نیت ان کے کمالات کا حصۂ خاص ہیں۔ معاصرین کے مقابلہ میں انھوں نے بہت کم کہا ہے لیکن جو کچھ کہا ہے وہ نئی نسل کے لئے یکسر سرود زندگی ہے۔ مضامین کا تنوع۔ تخیل آفرینی۔ فن کاری اور

طباعی اُن کے ہر شعر میں دانشوروں کے لئے سرمایۂ مسرت پیش کرتی رہتی ہے۔ تصوف کا حسین و جمیل ورثہ اُن کو ایک عارف کامل کی نظروں سے عطا ہوا تھا اور یہی وہ کیف و سرور تھا جس کا نشہ نشاط روح بنکر تمام عمر قائم رہا۔ ان کا رنگ منفرد تھا۔ اُن کے شعر پڑھ کر ایک غم آفریں کیف اور امید افزا سرور حاصل ہوتا ہے۔ اصغر کا کلام پڑھنے کیلئے نہیں برتنے کے لئے ہے کہ کامیاب اور ستھری زندگی کس طرح عالمانہ روش کے ساتھ رنگین و دلکش بنائی جا سکتی ہے۔ یہ لطیف راز اصغر کے حاشیہ نشین ہی بتلا سکتے ہیں۔ جو ایک ایسا فن جمیل ہے جس کی نہ نقل کی جا سکتی ہے اور نہ جس کو الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔

حضرت علی سکندر جگر مراد آبادی | اصغر کے خلیفہ اور جانشین حضرت جگر مراد آبادی بے حد ذکی الحس ہیں۔ اسی لئے ان کی شعری بلاغتوں میں زندگی کی لہریں اُبھرتی ہوئی رقصاں نظر آتی ہیں۔ شعری جذبہ ان کے رباب دل پر ایسا مؤثر نغمہ چھیڑتا ہے کہ انکا تمام جسم ایک دم سے جھنجھنا اُٹھتا ہے اور وہ بے کیف ہو کر سب کچھ کہہ گذرتے ہیں۔ جس کی الھی شعری اقدار متحمل نہیں ہو سکتیں۔ وہ فراق کے شاعر ہیں۔ وصال کی کیفیات سے اُن کو مطلق تعلق نہیں ہے۔ ان کا کلام رسمی بے راہ رویوں سے قطعاً پاک ہے۔ وہ فراق کے لذائذ حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ذہن و فکر کی تنگ وادیوں سے گذرتے ہوئے محبوب کے روحی لطائف سے باخبر ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن عوامی معتقدات کی روشنی میں جسم و جان کی کثافتوں سے اُن کو کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی شعری زندگی بڑی حد تک تقدیس کاملہ کی حامل ہے اور یہ صلہ ہے اُس بے لوث ستایش اور اُس بنظیر کرم کا جو جگر پر اپنے استاد اصغر کو تھا۔ وہ صاحب طرز ہیں اسی لئے انداز بیان بے حد شگفتہ اور نادر ہے۔ جو کچھ انھوں نے کہا ہے وہی سرمایہ ادب آتش گل بن کر ان کی زندگی (ادبی) کو قائم رکھنے کے لئے بہت کافی ہے اور بقول منشی امبیکا پرشاد سحر

مزید کوششیں غالباً اُن کی ثقافتی روایت کو بلند نہ کرسکیں گی اور ان کو آمد کی بجائے آورد پر مجبور نہ کرنا چاہیئے۔ ظاہر ہے آمد کو نہ روکا جا سکتا ہے اور نہ روکنے کی چیز ہے لیکن پھر بھی آورد کے لئے اُن کی ثقافتی صلاحیتوں کو برباد کرنا ادبی خدمت نہیں ہے۔ غالباً اس لطیف راز کو اُن کے مداحوں نے بخوبی سمجھ لیا ہوگا اور وہ سنجیدگی سے درخشندۂ شعلہ طور کو کرۂ زمہریر کی دعوت نظر و فکر نہ دیں گے۔

حضرت شبیر حسن جوشؔ ملیح آبادی

فانیؔ۔ اصغرؔ۔ جگرؔ اور اقبالؔ کی طرح جوشؔ خوش نصیب ہیں کہ وہ تمام عظمتیں جو اگلے سخنوروں کو ریاض اور زمانہ گذرنے کے بعد بھی عطا نہ ہوسکیں وہ بدرجۂ کمال اپنی زندگی میں اُن کو حاصل ہوگئیں۔ عموماً قبولیت عامہ، کلام کی خوبی اور بلندی کی حمایت پر دلالت کرتی ہے اور بقول قیصرؔ تمکین خوبی کی آخری منزل یہی ہے کہ عوام سند قبولیت عطا کردیں۔ جوشؔ کی سرمستی اور ان کے تجزیۂ خیال نے ہمارے ادب میں نہایت گہرے لیکن روشن نقوش چھوڑے ہیں۔ جوشؔ مفکر بھی ہیں اور شاعر بھی اور اس طرح انھوں نے یکسر روح ادب پیش کرتے ہوئے قدیم و جدید ہر مکتب خیال کے خوش رنگ پھول سے جائز استفادہ کیا ہے۔ انکے کلام کو دانشور بستان الحکمت کہتے ہیں اور یہ صلہ ہے ان کی خلوص نیت اور ضبط نظر کا۔

روشؔ صدیقی

اس دور کے دو اور بھی شاعر ہیں جن میں ساغرؔ نظامی اور روشؔ صدیقی بے حد مشہور ہیں۔ ساغرؔ نے مکتبۂ سیمابؔ سے خاصا فائدہ اٹھایا ہے۔ اُن کے کلام میں قدرتی رس اور ان کے انداز فکر میں ایک خاص رچاؤ پایا جاتا ہے۔ اپنے رنگ میں بہر حال منفرد ہیں اُسی طرح روشؔ صدیقی کی تمام عمر والہانہ ادبی حمد میں گذری۔ شعر و نثر دونوں پر یکساں قدرت ہے انکا غزل میں ایک خاص مقام ہے۔ معائب سخن پر نگاہ ہے۔ اس لئے بالعموم اُن کے اشعار

اغلاط سے پاک ہیں۔

ز - خ - ش علیگڈھ کی ایک رئیس زادی تھیں۔ شعر و نغمہ ان کو قدرت نے عطا کیا تھا۔ اپنے دور کی خوش گو شاعرہ تھیں۔ افسوس عمر نے وفا نہ کی۔

رومانی شاعری ادب میں رومانی شعری لطافتیں اختر شیرانی نے شروع کیں اور اس رنگ پر چلنے والے جاں نثار اختر۔ ڈاکٹر معین حسن جذبی ۔ جلال الدین اکبر۔ لطیف ۔ خلش وغیرہ ہیں ۔

رجزیہ شاعری حفیظ جالندھری نے رجزیہ شاعری شروع کی ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شاعری کی ادب میں جگہ عرصہ سے خالی تھی ۔ لیکن قدرت نے حالی کے بعد یہ فرض حفیظ کے سپرد کیا ۔ حفیظ کی رجزیہ شاعری میں توانائی ۔ قدرت اور سکون کے آثار ملتے ہیں ۔ نظم بھی خوب لکھتے ہیں ۔ اُن کا فن شعر بعض جگہ جوش مستی میں لہرا کر اُبھر آتا ہے ۔ اور یہی حفیظ کا کمال ہے ۔ محاکات اور جذبات کی عکاسی اُن کا فن خاص ہے ۔ انور صابری صحیح معنوں میں اس راہ روشن میں اُن کے جائز خلیفہ ہیں ۔

نوجوان شعراء اس دور کے نوجوان شعراء میں عمر انصاری اور شوکت تھانوی کا مقام بے حد روشن اور بلند ہے ۔ اسی طرح ابو محمد ثاقب ۔ سراج الہ آبادی ۔ سراج لکھنوی ۔ اظہار رامپوری ۔ محشر مرزاپوری ۔ جلیل قدوائی ۔ اشفاق حسین بے خود ۔ صدق جائسی ۔ مانی جائسی کے درجات ادب میں مختص ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے بڑی پامردی سے حدیقۃ الشعر کی والہانہ خدمت کی ہے ۔ مستقبل کے شعراء میں طوفان فرخ آبادی ۔ جوہر بہرائچی وغیرہ کے نام آسانی سے لئے جا سکتے ہیں ۔

نثریہ دور نثریہ دور حضرت اسمٰعیل میرٹھی سے شروع ہوتا ہے ۔ حضرت اسمٰعیل میرٹھی نے والہانہ ادبی خدمات انجام دی ۔ خلوص نیت کا یہ صلہ ہے کہ آجتک

درسی نصاب میں نہ ان کا کوئی مقابل ہے نہ مماثل۔

حضرت اسمٰعیل میرٹھی۔ مرزا احسان احمد بیگ۔ ڈاکٹر سید محمد محمود۔ سید رضا علی۔ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی۔ سردار دیوان سنگھ مفتون وغیرہ

مرزا احسان احمد بیگ بہ یک وقت شاعر بھی ہیں اور شگفتہ نگار ناقد اور سنجیدہ ادیب بھی بات میں بات پیدا کرنا اُن کو خوب آتا ہے۔ تحقیق کے فطری جذبہ نے اُن کو اعلیٰ پیمانہ کا محقق وقت بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر سید محمود سینہ میں دردمند قلب رکھتے ہیں۔ قلم میں قدرت اور زبان میں اثر قدرت نے عطا کیا ہے۔ آصف علی بھی ادیب بے ہمتا اور سحرالبیان ناقد تھے۔ ان کی ادبی پرچھائیاں پڑھنے سے زیادہ سمجھنے کی چیزیں ہیں۔ سید رضا علی بلا کے ذہین تھے۔ انھوں نے ادبی نگارشات اس انداز خاص سے پیش کیں کہ آج وہ معاشرہ کا اعمال نامہ نظر آتی ہیں۔ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی نے پہلی بار ادب میں مارکسی نظریات پیش کئے۔ روسی افکار و آرا سے انھوں نے عوامی قلوب کو باخبر کیا۔ سردار دیوان سنگھ مفتون نے بڑی پامردی سے ادبی نوادر کو نہ صرف جمع کیا بلکہ فقیرانہ ریاست سے عوام میں پیش کیا۔ اُن کے قلم میں توازن ہے اور اثر بھی۔ افتخار حسین فخری کو قدرت نے ناقدانہ جذبہ عطا کیا ہے۔ اساطیر پر بھی اُنکی نگاہ گہری ہے۔

قاضی عبدالغفار مرادآبادی

قاضی عبدالغفار نے پہلی بار اُردو میں حُسن کی چولی کو ادب کے دامن میں جگہ دی حسن و عشق کا لطیف امتزاج اُن کی نگارشات علمیہ میں موجود ہے۔ نقاشی و محاکات کا حق ادا کرنے میں منفرد تھے۔ نفسیاتی تجزیہ اور تحلیل نفسی اُن کے ادبی اندازوں میں موجود ہے۔ تلمیحات۔ اصطلاحات اور اشارات کے ناکام پس منظر سے نوجوان ناقدین کھیلنے کے عادی سے ہوئے جاتے ہیں۔ لیکن تحلیل نفسی کا صحیح تجزیہ شعوری ناقدانہ حیثیت سے

قاضی عبد الغفار کی نگارشاتِ علیہ میں مل سکتا ہے۔ تقلید محض سے کامرانی نہیں ہو سکتی۔ تلاش اور آرزو البتہ رفعت کاملہ کی رہنمائی کر سکتی ہے۔ اس امر سے نوجوان ناقدین کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

رشید احمد صدیقی جونپوری

دانشکدہ علیگڈھ کے گل و منزل کے وفا شعار نمایندے اور جانے پہچانے حضرت رشید احمد صدیقی کا مزاج عین اسلوب ہے۔ وہ اپنے دور کے برناڈشا ہیں۔ افراد و سماج پر جو تبصرہ وہ کرنے کے عادی ہیں وہ انہام و تفہیم۔ سنجیدگی و ثقافت کا صحیح مرقع ہوا کرتا ہے۔ اور یہی کمال فن ہے۔ جس کی نظیر فی زمانہ مشکل ہے۔ وہ پہلے انشاپرداز ہیں جنہوں نے اشارات اور مفروضات کو ادب میں رائج کیا اور اسی نقطہ کمال سے اُن کا مقام ادب میں محی دقائم ہے۔ انکی نگارشات علمیہ میں ذاتی ولولہ۔ جوش و انہماک شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ مقامی رنگ (علیگڈھ) رشید صاحب کی زندگی میں بے حد اہم اور گہرا ہے۔ انھوں نے مفروضات کو حیات ابدی بخشی ہے لیکن وسعت۔ ندرت اور جاملیت فن کے ساتھ انکا فن بجائے خود ایک تخلیقی معیار ہے۔ رشید صاحب نے اساطیر شرقیہ میں عطار کی منطق الطیر اور رومی کی مثنوی اور حافظ کی سرمستی سے خاصا استفادہ کیا۔ غالب اور اصغر نے اُن کے قلب میں تموج اور جوش پیدا کر دیا ہے۔ رشید صاحب مفروضات کے سہارے جو اُن کے ادب میں یکسر تمثیلی ہیں عوام کو گُدگداتے نہیں بلکہ اُنکی دکھتی ہوئی رگوں پر لطیف جراحتیں پہنچاتے ہوئے درس آفریں اور مؤثر نتائج نکالتے ہیں۔ اور اسی لئے نئی نسل اور قدیم دانشور دونوں یکساں رشید صاحب کی عظمت فکر اور پرداز تخیل کو معمولی فن تصور نہیں کرتے۔ بلکہ ایک ایسی ضروری روشنی و گرمی محسوس کرتے ہیں جس سے نئی نسل کی اُبھرتی ہوئی فکر و نظر کو بصیرت بھی ملتی ہے اور حلاوت بھی۔ بقول بیگم مشیر احمد متانت اور لطافت کا صحیح امتزاج اگر کسی ادب میں

فی زمانہ ممکن ہے تو وہ رشید صاحب کی نگارشات علمیہ میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔
اُن کی سنجیدگی نے ظرافت کا رنگ ایسے ثقافتی عنوان سے اختیار کیا ہے کہ زیرلب
مسکراہٹ تو آسکتی ہے لیکن قہقہہ کی نوبت نا ممکن ہے۔ ان کی نگارشات علمیہ کے
گنج ہائے گرانمایہ میں وہ جملہ محاسن ادبی موجود ہیں جن کا مطالبہ عصریہ اقدار
کرتی ہیں یا کر سکتی ہیں۔ شکر ہے کہ نئی نسل مقالات (و مضامین) رشید کے
مطالعہ سے خنداں و فرحاں طنزیات و مضحکات کے راز ہائے لطیف سے باخبر ہوتی
ہوئی ادبی سرشاریوں سے خدمات کرتی رہتی ہے۔ اُن کی نگارشات ادبی کو دیکھ کر
ہر ناقد و ناظر اکثر و بیشتر یہ محسوس کرتا ہے اور گھبرا کر شہ بجاتے ہوئے تلملا کر یہ
کہنے لگتا ہے کہ کہیں یہ آشفتہ بیانی میری نہ ہو۔ اور یہی رشید صاحب کا خاص لطف ہے
جسے دوسرے معاصر نہ پہچان سکتے ہیں اور نہ اس حد تک پہنچ ہی سکتے ہیں۔

حضرت رگھوپتی سہائے
فراق گورکھپوری

ادبی نزاکتوں کو سلیقہ سے (تنقیدی شعور سے)
حضرت فراق گورکھپوری نے پیش کیا
اور ادبی ذوق کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ شاعرانہ قادر الکلامی بھی مستند ہے۔ غرض
قطعات۔ مثنویات اور ہجو میں سب ہی کچھ لکھی ہیں۔ لیکن ارباب بینش کا یہ خیال ہے کہ
غزل اور ہجو میں نہ کوئی ان کا مقابل ہے اور نہ مماثل۔ غزلوں میں ایک ہلکا رس دھیما دھیما
میٹھا درد۔ لطیف اور ناقابل بیان کسک ہے۔ ان کی غزلیں۔ نادر تشبیہات اور بے نظیر
استعارات کا گنج گرانمایہ ہیں۔ جدت طبع اور تخیل کے نادر نمونے بھی ان کے کلام میں
آرائش اور زیبائش کا کام دیتے ہیں۔ ان کی ہجویات بھی بے پناہ ہیں۔ ان کا فنی
تاثر قیامت کا ہے اور ہر شخص اُس کی تقلید نہیں کر سکتا۔ ناقدانہ ذوق ہر آئینہ ممتاز
ہے۔ وہ پہلے ادیب ہیں جو مشرقی اور مغربی مزاج سے واقف ہیں۔ انھوں نے ہر
اچھی دریا خوشبو سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ انھوں نے ہماری روایتی تہی دامنی کو نہ صرف

دور کیا بلکہ اسکو بے پناہ وسعتیں بھی بخشیں۔ فراقؔ کے فکر رسا تیز ادراک بے نظیر تاثر نے ان کی ادبی نگارشات کو حیات جاوید عطا کر دی ہے۔ ان کی شاعرانہ سحر کاریاں نئی حیات کا مژدہ لائی ہیں۔ ان میں نئے زمانہ کا خواب ہے۔ نئی سحر کی امنگ ہے۔ دلولہ ہے شباب ہے اور صحیح معنوں میں اُن کا کلام چراغ فکر و نظر ہے اور پیام فکر و عمل بھی۔ جابجا تعمیر و ارتقا کا جلال بھی نظر آتا ہے۔ اُن کی تنقیدی نگارشات سے شعور حیات ملتا ہے۔

حکیم سخن حضرت احمد صدیق مجنوں گورکھپوری

ادب کیا ہے اور انسانی زندگی میں اس کا کیا مقام ہے۔ آیا ادب کسی ادیب کی انفرادی زندگی میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے۔ یا اقوام عالم میں ادب نے کبھی کوئی انقلابی روح پھونکی ہے۔ یا پھونکی جا سکتی ہے۔ یا زندگی کے موڑوں میں ادب کا کوئی ہمہ گیر اثر کبھی کسی نے محسوس کیا ہے۔ (یا کیا جا سکتا ہے) یہ وہ چند سوالات ہیں اور شوخ مسائل ہیں جن سے روز آنہ ایک ادیب یا ناظر کو ساتھ پڑا کرتا ہے۔ جہاں تک عصریہ مسائل کا تعلق ہے ان مسائل پر حکیم فن حضرت مجنوںؔ گورکھپوری نے نہایت سکون و سنجیدگی سے قلم اٹھایا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر آئینہ کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ عرصہ نقد میں وہ نئے نہیں ہیں۔ اکثر نگارشات علیہ اس امر کی شاہد ہیں۔ وہ تو ہمہ تن ادب پرست ہیں۔ انھوں نے بقول حسین مشیر والہانہ عقیدت سے ادب کو شعائر مذہبی کا درجہ دیا ہے۔ زبان صاف۔ شستہ۔ سلیس اور شگفتہ ہے۔ انداز بیان نے (جو منفرد ہے) ناقدانہ خشک مسائل میں بھی دلکشی اور دلفریبی پیدا کر دی ہے۔ اس دور میں سیاسی نظریات کے تصادم کے اثرات جس حد تک ہمارے قومی ادب میں پائے جاتے ہیں وہ صدقہ ہے صحیح احساس و تمیز کا جو مجنوںؔ نے ادب کو بخشا ہے۔ اگر کیٹس نے حسن برائے حسن کے نظریہ کو پیش کیا تو اردو ادب میں مجنوںؔ نے اس خالص جمالیاتی نظریہ کو بہت جرأت

سے پیش کیا۔ شاعری میں مجنوں محسوس غایت کے قائل ہیں۔ مجنوں کی نگاہ دوررس میں ہر حسین شے بجائے خود ایک ابدی مسرت ہے۔ اور کیٹس کی طرح ان کا بھی خیال ہے کہ حسن حقیقت ہے اور حقیقت حسن۔ ان کے فکر و نظر کے نظریات کا معاشرے سے گہرا تعلق ہے۔ انھوں نے جن موضوعات کو ہاتھ میں لیا ہے اُن کے دلفریب نقوش و افکار ہر جگہ حی و قائم ہیں۔ ایسے ادیب ہر دور میں پیدا نہیں ہوا کرتے۔

حضرت محمد عمر شوکت تھانوی

حضرت شوکت تھانوی طنز و مزاح کے بادشاہ ہیں۔ طرز انشا دلفریب و دلکش ہے۔ اشارات اور مفروضات سے کام لینا جانتے ہیں۔ نظم و نثر پر یکساں قدرت حاصل ہے۔ اُنکی نگارشات علمیہ دیکھ کر اکثر دانشور یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ خرد کی بزم میں میخانہ جنون کی شراب آگئی ہے یا جنون کے ہاتھ میں آئینہ شعور حیات ہے۔ تبسم گل کسی کا دل نہیں دکھاتا۔ اور قاری کا خون دیدہ تماشا گاں نہیں جاتا۔ شوکت انتہائی حساس ہیں۔ ہر ایک غنچے سے واقف ہیں۔ ہر ایک کلی پر نظر ہے۔ ہر ایک ذرّے کے سینے کی دھڑکنوں کی خبر رکھتے ہیں۔ وہ تو جوش عقیدت میں اُس روش کو سجانے کی آرزو میں مگن ہیں اور روشن روشن پر متاع قلب و جگر نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ فکر بھی ہے کہ نشاط بہار سب کو ملے کہ پھول اگر برسیں تو ہر ایک دامن پر برسیں اور برستے رہیں۔ کیا حسین آرزو ہے۔ یہیں سے تعمیر نو کا جذبہ کامل شروع ہوتا ہے۔ وہ طنز میں لطیف انداز سے ماضی و حال سے بیزاری کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ان کی دوررس نگاہ کے سامنے مستقبل کا حسین جمال رہتا ہے جو بہت لطیف، بے حد تابناک اور درخشاں ہے۔ شوکت نے اس عمر میں جو کچھ ادب کو بخشا وہ ابھی محض طلوع سحر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور تصورات و عقائد کے رنگ زاروں میں ان کا ادب کہیں ستارا کہیں کہکشاں اور کہیں مہتاب بنا ہوا ہے۔ شوکت کی تقلید ناممکن ہے۔

لکھنوی بانکپن اور بھوپالی شوخی اور لاہوری تخیل ان کے نگارشات ادبیہ کا حصہ خاص ہیں۔ یہ بجائے خود ایک فن ہے۔ ان کی نگارشات میں پائداری و استحکام کی جھلک نظر آتی ہے۔

حضرت ظفر عمر اُردو زبان میں پہلی بار ادبی حیثیت سے مجرمانہ کاوشوں کو سلیقہ سے فنی چابکدستی سے پیش کیا۔ نیلی چھری۔ چوروں کا کلب۔ لال کٹور ۔ فنی حیثیت سے دلفریب، دلکش اور ممتاز ہیں۔

سید حسن امام بہار میں اردو ادب کی ترویج و اشاعت میں امام کا بڑا ہاتھ ہے۔ تمام عمر وفا شعارانہ والہانہ خدمت کی۔ ندیم ان کا نقیب تھا۔ انکے دور ادارت میں بہار نے ادبی حیثیت سے بڑی نمایاں خدمات کیں ہے[۵]

---

[۵] اس دور میں کچھ اور قابل ذکر ادیب بھی ہیں جن میں مشیر احمد علوی۔ نسیم انہونوی ۔ خان محبوب طرزی۔ امین سلونوی۔ مشہور ہیں۔ مشیر احمد علوی نے گم نامی میں عمر عزیز کا بیشتر حصہ صرف کردیا اور سکون قلب سے نمائش پسند نہ کی۔ لیکن کوئی دانشور ان کے کمال فن سے انکار نہیں کر سکتا۔ ان کی نگارشات علیہ کو دیکھ کر ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ بعینہٖ یہ ہماری آواز ہے۔ تجزیہ تنقید اور تنقیدی شعور قدرت نے ان کو بے پناہ عطا کیا ہے۔ زبان میں روانی، فطری لوچ۔ شیرینی و حلاوت توازن کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ تاثیر اور زور بھی موجود ہے۔ نقد و تبصرہ۔ تذکرہ نگاری۔ خطوط نویسی۔ تاریخ مذہب غرضکہ ہر شعبہ میں ان کے کمالات کا منظر اعلقہ، دعوت فکر و نظر دیتا رہتا ہے۔ ان کی شہرت ستاروں سے آگے کہکشاں سے قریں ہے اور ابھی ایک ادبی ارتقا کا طلوع سحر ہے۔ ہر شعبہ میں ان کے نقوش گہرے ہیں۔ فکر و نظر کی گہرائی۔ انداز بیان میں عالمانہ ثقافت اور ایک مخصوص قسم کا ادبی وقار ان کی نگارشات علیہ میں ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ نو عمر ادیبوں، فنکاروں، شاعروں کی جائز ہمت افزائی

سجاد انصاری سجاد انصاری نے ادب کو بانکپن بخشا۔ الفاظ پر قدرت تھی۔ اساطیر پر گہری نگاہ تھی۔ ماحول کی توانائی اور شوکت الفاظ انکا حصّہ خاص تھا۔ ان کے مطالب عالیہ کا رومانی محشر خیال انوکھا اور تحیر افروز تھا اور اسی لئے اب تک کوئی دوسرا راہ رو اس جادۂ مستقیم پر نہ چل سکا۔

مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی زبان اور ادب سے واقف سے۔ تمثیل نگاری سے ذوق تھا۔ جو کچھ لکھا ہے اُس کی قدر کی جاتی ہے۔

کرتے رہتے ہیں۔ جذبہ ادب کو قدیم شعور پر پیش کرنے کا اچھا سلیقہ ہے اور ان کے فن خاص کی نقل ہر شخص نہیں کر سکتا۔ معلومات عامّہ میں ان کا نہ کوئی مقابل ہے اور نہ مماثل۔ شخصی کتب خانہ جو امیر محل کتب خانہ کی ایک شاخ ہے۔ ان کی زندہ یادگار کہی جا سکتی ہے۔

نسیم انہونوی حساس قلب کے مالک ہیں اسی لئے مصورِ غم بن گئے ہیں۔ ان کی نگارشات علیہ میں لسانی کردار کی عظمت سوچ سمجھ کر پیش کی جاتی ہے۔ پُرخلوص نمایش سے وہ ادبی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ خان محبوب طرزی نے پہلی بار ادب میں سائنس کے تجربات کو آزادی سے پیش کیا۔ فنی حیثیت سے یہ تجربات آجکل افسانوی ادب میں حقیقی کردار پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان کے ادب میں شخصیت کا رچاؤ اور پیش بینی کے آثار پائے جاتے ہیں۔

سید محمد امن نے طنز و ظرافت کا سہارا لے کر ادب میں کچھ خانگی تجربات بڑے اچھے سلیقہ سے پیش کئے ہیں۔ ان کے کردار بسا اوقات حقیقی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اس دور کی کچھ مشہور خواتین میں ہمشیرہ احمد مبین نذر سجاد حیدر (بنت نذر الباقر) بلقیس جمال۔ زاہدہ خاتون رابعہ نہاں — بیگم شبیر احمد۔ بیگم عنایت الرحمٰن۔ منجھو بیگم لکھنوی مسز پریم چند۔ بیگم پرنس اسمٰعیل بہت مشہور ہیں۔ خصوصیت سے بیگم پرنس اسمٰعیل کی ثقافت اور شعری صلاحیتیں اپنے معاصرین میں بے حد بلند ہیں جس کا اعتراف اکثر ذی ہوش افراد کیا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سید عابد حسین فرخ آبادی

سید عابد حسین کا لب و لہجہ متین و سنجیدہ ہے۔ انکی نگارشات ادبی میں دلفریبی کی جگہ دل گدازی و سادگی و مبالغہ کی جگہ حقیقت پسندی و صداقت پائی جاتی ہے۔ انھوں نے قوم کے پردۂ غفلت کو دور کرنے میں صحیح معنوں میں یادگار حالی بن کر ادب میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا ہے۔ اقبال کے فکر و نظر سے بے حد متاثر ہیں۔ ان کی نگارشات ادبی میں عصریہ رجحان زیادہ قوی اور توانا ہے اور اُس کے صحت مند اثرات جابجا نظر آتے ہیں۔

خواجہ غلام السیدین پانی پتی

بلا کے ذہین، سنجیدہ اور متین ہیں۔ تبسم زیر لب کے قائل ہیں انکے ثقافت کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ اقبال کے شارح ہیں۔ حالی کے مقدس خانوادہ سے تعلق قریبہ ہے۔ درد۔ تاثر اور سلاست حصہ خاص ہے۔ ادب میں ان کا ایک مقام ہے۔ رائے میں توازن اور نظر میں گہرائی پائی جاتی ہے۔

شجاعت علی صدیقی خاموشی اور سنجیدگی کا مرقع ہیں۔ یہی اثر ان کی نگارشات علیہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ حالی پر ان کی تحقیقات ادب بہت مشہور ہے۔

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کو ادبی خدمات کرنے کا اچھا سلیقہ ہے۔ یکسانیت اور یک رنگی ادبی حیثیت سے ان کا حصہ خاص ہے۔ وسعت نظر ان کی نگارشات میں پائی جاتی ہے۔ مخطوطات سے ذوق ہے۔ دکی دکنی پر ان کی تحقیقات بلے حد روشن اور بلند ہے۔ رائے میں توازن ہے اور منصفانہ تنقیدی ذوق بھی قدرت نے ان کو عطا کیا ہے۔ ملا رموزی کی ادبی نگارشات کچھ زیادہ مقبول نہ ہو سکیں۔ طنزیہ جسارتیں انھوں نے پیش تو کیں لیکن ادبی حیثیت سے ان کا کوئی خاص درجہ نہیں تھا۔ ادب میں ان کا بھی ایک مقام ہے۔

[منورما چودھری۔ کچھ شخصیتیں ۱۹۵۶ء]

ڈاکٹر ذاکر حسین فرخ آبادی

ذاکر صاحب روایات کے قائل ہیں۔ متانت و سنجیدگی کا مرقع۔ غدر کے بعد جو حیثیت معمار اعظم سرسید احمد کو حاصل تھی بحمدہ وہی حیثیت آج (تقسیم ہند کے بعد) ذاکر صاحب کو حاصل ہے۔ ادب و زندگی کا نیا تصور، ایک نیا اخلاقی و اصلاحی جذبہ اور نو بہ نو تعلیمی مطمح نظر (جو شخصی نہیں یکسر قومی ہے) ان کی نگارشات ادبیہ میں جابجا نظر آتا ہے۔ مقصدی ادب کا عروج پیامی شاعری کی گرم بازاری اور نثری بارگاہوں کی ارتقائی تعمیر ان کے نگارشات سے نئی نسل کو ملی ہے۔ انھوں نے شعوری طور پر نئی نسل کے خوابیدہ جذبات کو لطافت سے جھنجھوڑا ہے۔ وطن پرستی۔ فطرت نگاری اور سیاسی شعور کا تجزیہ خالص انھوں نے ادب میں پیش کیا۔

اس دور کے کچھ قابل ذکر اساطین ادب

اس دور میں حکیم اجمل خاں دہلوی۔ نورالرحمن۔ عبدالعزیز فلک پیما۔ فاخرہ بیگم نیلوری۔ مالک رام۔ ڈاکٹر عبداللطیف حکیم عبدالحیٔ۔ شیونرائن شمیم۔ پنڈت برج موہن ناتھ دتاتریہ لال سری رام۔ تلوک چند محروم۔ نجیب اشرف ندوی۔ عبدالسلام ندوی۔ حامد حسن قادری۔ احمد میاں اختر جوناگڈھی۔ منشی امبیکا پرشاد سحر۔ سید عبدالجلیل حسنی۔ احمد شاہ بخاری پطرس۔ پروفیسر محمد مجیب۔ کرنل بشیر حسن زیدی۔ قدسیہ زیدی۔ اشمہ اقبال احمد بدایونی۔ مہدی حسن ناصری۔ ملا رموزی۔ سید مسعود حسن ادیب رضوی۔ عظیم بیگ چغتائی۔ تصدق حسین۔ ممتاز حسین۔ چودھری محمد علی ردولوی۔ ضیا احمد بدایونی۔ مرزا محمد ہادی رسوا۔ وحید الدین سلیم۔ نصیر الدین ہاشمی۔ عبدالقادر سروری۔ تمکین کاظمی۔ ظہیر الدین علوی۔ ڈاکٹر سید شہاب الدین کرمانی۔ محی الدین قادری زور اور ڈاکٹر حماد فاروقی کی خدمات ادبی بے حد روشن اور تابناک ہیں۔ اس دور میں الہ آباد میں کیپٹن سید ضامن علی بجائے خود ایک مستقل انجمن تھے تمام عمر پُرخلوص انداز میں نئی نسل کی ادبی رہنمائی کی۔ اعجاز ادبی کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ جامعہ الہ آباد میں

اُردو کو جگہ ملی۔ ان کی جائز رہنمائی نے سیکڑوں گم کردہ راہ طالب علموں کو ادیب وقت بنا کر ملک کے وقار میں اضافہ کیا۔ انکی صحبت کے رفیق و جلیس ادبی حیثیت سے ملک میں عقیل تسلیم کئے گئے۔ ان کی صحبت کا ادنیٰ حاشیہ نشین کبھی آج انفرادی حیثیت سے مختلف حلقہائے فکر و نظر بنا کر امیر الصدر بن گیا ہے۔ ڈاکٹر مرزا محمد ہادی رسوا پہلے فسانہ نگار ہیں جس نے مغربی افکار و آرا کو قبول کیا۔ ان کا مشہور ناول امراؤ جان ادا ادبی حیثیت سے بے حد بلند ہے۔ ان کی زبان سند کا درجہ رکھتی ہے۔ منشی امبیکا پرشاد سحر کو قدرت نے ناقد و ناظر و شاعر بنایا تھا۔ لیکن ماحول کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ وکیل بنا کر ادبی خدمات سے یکسر محروم کر دیا۔ لیکن پھر بھی ان کے تنقیدی اشارے اور کنایے ان کی وسعت نظر و حکیمانہ فیصلے اچھے اچھے باکمال ناقدین کو شرمندہ کر سکتے ہیں۔

افسانوی ادب صحافت رسائل و جرائد

اس دور میں افسانوی ادب میں علامہ نیاز فتحپوری۔ منشی پریم چند افسر میرٹھی۔ علی عباس حسینی۔ مشیر احمد علوی۔ سید عابد علی عابد۔ حجاب امتیاز علی۔ امتیاز علی۔ ڈاکٹر رشید جہاں۔ نسیم انہونوی۔ ظفر عمر۔ شوکت تھانوی۔ خان محبوب طرزی۔ ظہور احمد وحشی۔ رم۔ اسلم۔ خان احمد حسین خاں بہت مشہور ہیں۔ صحافت میں مولانا ظفر علی خاں۔ سید بشیر الدین جالب دہلوی۔ انیس احمد عباسی۔ عبدالرؤف عباسی۔ سید عبداللہ بریلوی۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ عبدالرزاق ملیح آبادی۔ مقتدیٰ خاں شیروانی حکیم یوسف حسن۔ مشیر احمد علوی۔ علامہ تاجور نجیب آبادی۔ مولوی مظہر الدین شیرکوٹی۔ میاں البشیر احمد۔ طفیل احمد۔ رشید احمد صدیقی۔ نسیم انہونوی۔ علامہ نیاز فتحپوری۔ منشی دیا نرائن نگم۔ سید مقبول حسین وصل بلگرامی۔ سید اعظم حسین اعظم۔ بدر جلالی۔ ڈاکٹر عبدالحق۔ قاضی عبدالغفار چراغ حسن حسرت۔ سید فضل الحسن حسرت موہانی۔ ظفر الملک علوی۔ شہنشاہ حسین رضوی۔

کلیم الدین علوی۔ قاضی سید مشیر الدین علوی اور سبط حسن بے حد مشہور ہیں۔ اخبارات ورسائل میں سہیل۔ عالمگیر۔ معارف۔ ہمایوں۔ الناظر۔ سرفراز۔ حقیقت۔ زمیندار۔ مدینہ۔ تیج بے حد کامیاب اور درس آفریں ہیں۔ ان اخبارات ورسائل کے علاوہ بھی کافی تعداد میں رسائل واخبارات تمام ہندوستان کے مختلف مقامات سے شائع ہوتے رہتے تھے۔

مذہبی اقدار وانجمنیں

اس دور میں مذہبی اقدار کو حسن وخوبی سے پیش کرنے میں مولانا ابن حسن چارجوی۔ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر کاظمی۔ حضرت شاہ تقی حیدر قلندر باسطی۔ حضرت حافظ شاہ علی حیدر قلندر کاکوردی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی۔ مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا عبدالشکور کاکوروی۔ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی۔ مولانا الیاس برنی۔ مرزا بشیر الدین محمود۔ مولانا عبیداللہ سندھی۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن۔ مولانا حسین احمد مدنی۔ سوامی شردھانند۔ پادری محمد سلطان اور سوامی بھولا ناتھ کی خدمات ادبی سے انکار یقیناً کفر ہے۔

کچھ بچھڑے ہوئے احباب

اس دور میں بہت سے ایسے ادیب ہم سے جدا ہو گئے جنکی ہم کو آئندہ دور میں ضرورت تھی۔ کچھ ایسی ہستیاں بھی ہم سے جدا ہو گئیں جنھوں نے ابھی زندگی کی چند ہی بہاریں دیکھی تھیں۔ بقول عبدالشکور جاوید یہ بچھڑنے والی عزیز روحیں (اپنے دور کی عظیم شخصیتیں تھیں۔ لیکن) ٹوٹتے ہوئے ستاروں کی مانند (گو عمر نسبتاً مختصر تھی) کائنات ادب کو چند لمحات کے لئے روشن ضرور کر گئیں اور اسی کا آج ماتم کیا جا رہا ہے۔

جنگ عظیم [دوم] سنہ ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۶ء

یہ دور گو مختصر ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ بے حد روشن وتابناک ہے۔ اسی عہد میں یورپ میں دوبارہ جنگ عظیم چھڑ گئی۔ اس جنگ عظیم سے جو نقصانات

[استعماری نقطۂ نظر سے] دنیا کو پہنچے ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندوستان میں مرکزی حکومت کی طرف سے قومی جنگی محاذ کی تحریک پر زور دیا گیا اور تبلیغی ادب بڑی تعداد میں شائع ہوئے ۔ ہمارے صوبہ میں بھی نشر و اشاعت کا محکمہ بڑے پیمانے پر قائم ہوا ۔اس دور میں جنگی ادب بیشتر اُردو میں شائع ہوتا رہا۔ اس تحریک کے زیر اثر بہار۔ حیدر آباد سے بڑی درخشاں خدمات ادبی انجام دی گئیں ۔ جابجا نشریات کا معقول انتظام کیا گیا۔ خواتین کی مرکزی انجمنیں بھی قائم کی گئیں۔ اتحادی نقطہ نظر افسانوی کتابوں، کتابچوں اور دل بہ دل گفتگو سے پیش کیا گیا ۔ اس سلسلہ میں صباح الدین عمر۔ مشیر احمد علوی ۔ ڈاکٹر محمد شریف نعمانی ۔ شمیم کرہانی کی خدمات ادب بے حد روشن اور تابناک ہیں۔ مولانا سیماب اکبر آبادی نے بھی ایک نظم شائع کی اور ہمارے صوبہ سے ایک مجموعہ نظم نغمۂ آتشیں با تصویر شائع کیا گیا۔ الہ آباد سے ہماری آواز کی اشاعت سے جنگی کارگذاریوں میں خاصی جان پڑ گئی ۔ اس اخبار کی ادبی حیثیت بے حد بلند تھی اور اس کے مضامین آج (بدلے ہوئے حالات میں) بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اخبار حقیقت کا جنگی تبصرہ بے حد کامیاب و مشہور تھا۔ نشریاتی انداز بھی بے حد بلند ہو گیا۔ سیوگاؤں ۔ برما ۔ برلن ۔حیدر آباد۔ اورنگ آباد کی نشرگاہوں سے نستعلیق اُردو میں خبریں اور فیچر شائع ہونے تھے۔ اسی دور میں اکثر رجزیہ نظمیں (جوشیلی) بھی شائع کی گئیں ۔ برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن لندن سے بھی آغا محمد اشرف [آداب عرض کے لئے مشہور ہیں] کی خدمات ادبی کو کسی قیمت پر بھلایا نہیں جا سکتا۔ فوجی ضروریات کو جس دلکش انداز میں پیش کیا گیا اُس کا جواب ناممکن ہے ۔ اس دور میں پہلی بار کھُل کر ادب نے جنگ کی کامیابی میں مناسب حصہ لیا ۔ اور ناقدانہ شعور عوامی ادب میں جگہ پا سکا ۔ ادب اردو کو اس قومی جنگی محاذ کی تحریک سے بے پناہ فائدہ ہوا اور اسی ذریعہ سے تنقیدی و صحافتی تجزیہ افسانوی ذوق اور تمثیلی

لے ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں بھی محکمہ نشر و اشاعت اس صوبہ میں قائم کیا گیا تھا اور ایک ہفتہ وار

شعور کے آثار بھی ملتے ہیں۔[۵۲]

تنقیدی ادب ادب میں پہلی بار فنی حیثیت سے نئی قدریں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ اور نقد و تبصرہ کی راہیں زیادہ واضح اور روشن ہوتی گئیں۔

بابائے اُردو ڈاکٹر عبدالحق ہاپوڑی۔ حکیم فن حضرت مجنوں گورکھپوری۔ حضرت فراق گورکھپوری۔ مشیر احمد علوی۔ افضل العلماء ڈاکٹر عبدالحق مدراسی۔ وقار عظیم۔ سید احتشام حسین ماہلی۔ آل احمد سرور بدایونی۔ خواجہ احمد عباس پانی پتی۔ خواجہ منظور حسین۔ احمد علی دہلوی۔ سجاد ظہیر۔ سردار جعفری۔ غلام احمد فرقت کاکوروی۔ ڈاکٹر عبداللہ۔ عبدالمالک اروی کی خدمات اس سلسلہ میں بے حد روشن اور درس آفریں ہیں۔ اس ہفت سالہ دور میں تنقیدی تغزل کا سنگ بنیاد نئے ادیبوں نے رکھا۔

آل احمد سرور بدایونی اس عہد میں آل احمد سرور نے لکھنؤ سے تنقیدی مرکز قائم کرکے جدید ادیبوں کی ہمت افزائی کی۔ قدرت نے ان میں تمام مواقع سلیقہ اور سکون سے عطا کئے تھے (جن کا اُن کے معاصرین میں فقدان تھا) فنی حیثیت سے ابھی ناقدانہ جذبہ عام طور سے ابھر نہ سکا تھا۔ گویا طلوع سحر تھا اور وقت کا آئینہ دار تھا۔ سرور بیک وقت شاعر بے ہمتا اور ادیب بے مثال ہیں انھوں نے خلوص سے ادب کی والہانہ خدمات صحیحہ ادا کرنے کی کوشش کی اور یہی کمال ہے

باتصویر اُردو اخبار ٹائپ میں گورنمنٹ پریس الہ آباد سے شائع ہوتا تھا۔ اگر اس ادب کو جمع کیا جائے تو آج بھی اُس سے عوام کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

[۵۲] اس دور میں ایک ضروری سلسلہ "بادلوں کے دامن میں" شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ کاش یہ سلسلہ جاری رہتا تو جنگی تاریخ ادب اُردو میں رنگین و باتصویر شائع ہو جاتی۔ دلی کے مشہور رسالہ منشور نے اس سلسلہ کو شروع کیا تو تمام ہندوستان کے رسائل نے اسکے ضروری اقتباسات شائع کئے۔ [سید علی عباس زیدی ۱۹۵۰ء]

جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آزاد ناقدین بہار سے دور آزاد ناقدین نے جدید شاہراہ کا اضافہ کیا کلیم الدین احمد کا نقد سخن بے حد نظر فروز اور حسن آفریں ہے۔ قدرت نے ہندوستان میں آزاد ناقدانہ ذوق اُن کو عطا کیا اور ان کے ہم نواؤں اور ہم سفروں میں ڈاکٹر اختر اورینوی نے بھی خلوص نیت سے آزاد ناقدانہ ذوق کی تبلیغ میں بیش قیمت اضافہ کیا۔ لکھنؤ میں مولانا محمد احمد بے خود موہانی کی خدمات بھی بے حد روشن ہیں۔ تحمل الہ آبادی۔ ڈاکٹر حماد فاروقی۔ سید زوار عباس۔ امیر الصدر اور اتمہ اقبال احمد۔ عبدالقوی دریابادی کو بحسن تخلیقی ذوق عطا ہوا ہے۔ ان حضرات نے بڑی پامردی سے ادبی خدمات انجام دی ہیں۔ اختر اورینوی بیک وقت شاعر اور فسانہ نگار ہیں اور شگفتہ نگار ادیب بھی۔ حُسن برائے حُسن کے قایل ہیں۔ ہر جگہ حسن کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اور یہی حسن بہ آب و تاب اشکال تشکیلہ سے اختر کی نگارشات علمیہ میں جاری و ساری ہے۔ ممتاز حسین جونپوری خطاط بے نظیر اور شگفتہ نگار ادیب ہیں۔ اختر تلہری کو بھی ادبی خدمات کا اچھا سلیقہ ہے۔ اعجاز حسین بلند پایہ ناقد ہیں۔ احتشام حسین ماہلی خوش ذوق ادیب اور نکتہ آفریں ناقد ہیں۔ ان کے یہاں فکر و نظر کی گیرائی اور گہرائی بدرجہ کمال موجود ہے۔ یہ بغیر کسی جھجھک کے کہا جا سکتا ہے کہ مجنوں و فراق کے بعد اُن سے بہتر ادیب اور ناقد فی زمانہ مشکل سے ملے گا۔ لسانیات پر بھی ان کی اچھی نظر ہے۔ تاریخ تنقید سے بھی واقف ہیں۔ شگفتہ نگاری اور سلاست کا صحیح امتزاج اُن کی ادبی یادداشتوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ جاگیرانہ نظام کے قائل نہیں ہیں۔ محمود الحسن صدیقی بھی اچھے خوش ذوق ادیب تھے۔ حکیم اسرار احمد کو نوادر جمع کرنے کا شوق تھا۔ نسیم احمد۔ کنیز فاطمہ حیا۔ سلام مچھلی شہری۔ مجاز ردولوی۔ سردار جعفری۔ سبط حسن۔ عدم۔ وامق۔ عبدالشکور جاوید۔ ڈاکٹر عبداللہ۔ فیض احمد فیض۔ سید سجاد ظہیر۔ احمد علی۔ ڈاکٹر

رشید جہاں ۔ شوکت تھانوی نے ادبی خدمات بڑے سلیقہ سے کی ہیں ۔آنے والی نسلیں ادب و احترام سے ان کا ذکر کرتی رہیں گی ۔

اس دور میں ڈاکٹر اعجاز حسین کا ادبی ذوق بے حد روشن و بلند ہے ۔ دانش کدۂ علی گڈھ کے خاک پاک نے ان میں تحقیق و تدقیق کا جذبہ پیدا کر دیا ۔ وہ ادب کے نظریاتی تضاد کو بہت خوش ذوقی اور خوش اسلوبی سے پیش کرنے کے عادی ہیں ۔ نئی نسل انکو ملک ادب کے شہزادوں میں شمار کرتی ہے ۔ ڈاکٹر عبداللہ کا صحیح علمی ذوق ہزار ہا گم کردہ راہ ادیبوں کی صحیح رہنمائی کرتا رہتا ہے ۔ اُن کی تحقیق میں توازن ہے اور صحت مند ناقدانہ جذبہ بھی ۔ سید سجاد ظہیر کو نظم و نثر دونوں پر قدرت حاصل ہے ۔ ان کا ادب مشرقی اور مغربی افکار و آرا سے کافی متاثر ہے ۔ شاہد احمد خواجہ شفیع ۔ ڈاکٹر سعید (جامعہ الٰہ آباد) ڈاکٹر محمد الدین احمد مارہروی ۔ سید عبدالجلیل حسنی ۔ نور الحسن ہاشمی ۔ شجاعت علی صدیقی ۔ نسیم قریشی خوش ذوق ادیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں ۔ بسمل الٰہ آبادی ۔ توبہ ۔ سراج الٰہ آبادی ۔ سراج لکھنوی ۔ سلام سندیلوی ۔ جوہر بہرائچی ۔ جوہر بجنوری ۔ جاوید عرفاں لکھنوی ۔ عارف عباسی ۔ حبیب احمد صدیقی ۔ سید صدیق حسن (کرڈی) کرشن بہاری نور ۔ موج فرخ آبادی ۔ خوش فکر صاحب طرز شاعر ہیں ۔ عمر انصاری ۔ خوش ذوق اور خیال ہیں یہی کیا کم شرف حاصل ہے کہ انھوں نے برسوں مولانا عبدالباری آسی کی خدمت کی ہے ۔ کچھ عرصہ سے عمر انصاری نے شعری مذاق کو ترک کر دیا ہے ۔ اور فلمی صنعت سے دلچسپی لے کر قدیم مشغلہ کو فی الحال ترک کر دیا ہے ۔ لیکن جب کبھی شعر کہتے ہیں تو عصریہ تقاضوں کو پورا کرتے ہیں) اسد اللہ خاں اسد باکمال شاعر ہیں ۔ لکھنوی رنگ سخن کے بادشاہ ہیں ۔ سلام سندیلوی ۔ حامد ۔ الٰہ آبادی کا بھی رنگ منفرد ہے ۔ محشر مرزاپوری کا استادانہ مقام ہے ۔ حکیم آشفتہ خوش گو شاعر اور زود گو ناظم ہیں ۔ ادبی ذوق ورثہ میں ملا ہے لکھنویات کے بادشاہ ہیں ۔ شکیل بدایونی ۔ مجروح سلطان پوری ۔

راز مراد آبادی ۔ کیفؔ مراد آبادی ۔ خمار بارہ بنکوی ۔ ساحر لدھیانوی کی شعری اصلاحات ملک میں مقبول اور محبوب ہیں اور انکا مقام ادب میں منفرد ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اساطین ادب نے بڑی پامردی سے حدیقہ ادب کی آبیاری کی ہے اور والہانہ شیفتگی سے عروس ادب کو سنوارا ہے ۔

افسانوی ادب

ہفت سالہ دور میں افسانوی رنگ بے حد روشن اور مقبول ہوا۔ اس دور کے ممتاز فسانہ نگاروں میں نیاز فتحپوری :
خواجہ عبدالرؤف عشرتؔ ۔ تصدق حسین ۔ رضیہ سجاد ظہیر ۔ صالحہ عابد حسین ۔ ا ۔ اہ خاتون ۔ سلطان حیدر جوش ۔ خلیق ابراہیم ۔ شاہد احمد ۔ قرۃ العین ۔ طاہرہ تسنیم ۔ نسیم جھتاری ۔ ہاجرہ مسرور ۔ خدیجہ مستور ۔ صدیقہ بیگم سیوہاروی ۔ حیات اللہ انصاری ۔ عادل رشید ۔ کرشن چندر ۔ کنھیا لال ۔ اپیندر ناتھ اشک ۔ دیا شنکر ۔ نسیم الہ آبادی ۔ انتصار حسین ۔ شوکت صدیقی ۔ عصمت چغتائی ۔ نسیم انہونوی ۔ نسیم مجازی ۔ ایم اسلم ۔ مائل ملیح آبادی ۔ ظہور احمد وحشی ۔ قیسی رامپوری نے کافی شہرت حاصل کی ۔ قرۃ العین طاہرہ بڑے باپ کی ہونہار بیٹی ہیں ۔ زبان اور تخیل میں فراوانی ہے ۔ مغربی اور مشرقی خیالات کا صحیح امتزاج اور عصریہ تقاضے ان کی نگارشات ادبیہ میں جابجا ملتے ہیں ۔ حیات اللہ انصاری ۔ کرشن چندر ۔ راجندر سنگھ بیدی ۔ کنھیا لال کپور ۔ عادل رشید ۔ اپیندر ناتھ اشک کا افسانوی ادب یکسر اختراع فائقہ ہے ۔ شوکت اور انتصار کا درجہ منفرد ہے ۔ نسیم انہونوی کے فسانوں میں کردار زندہ ہیں اور روزانہ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں ۔ تاثر انکا حصہ خاص ہے ۔ اسی لئے وہ اپنے دور کے مصور غم بن گئے ہیں ۔ عصمت چغتائی ۔ قدسیہ قدسؔ ۔ زاہدہ اسمٰعیل ۔ صالحہ عابد حسین کا ادب یکسر ترقی پسند شاہراہ کی غمازی کرتا ہے ۔ انکے ادب میں توانائی و توازن ہے جابجا شوخی اور صحت مند معاشرہ کی حسین آرزو کے نقوش ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ حیات اللہ انصاری کو قدرت نے محاسن جلیلہ سے سرفراز

کیا ہے۔ جوان کو مفکر و مصلح کی حیثیت سے ادب میں حیاتِ جاوید بخش سکتے ہیں۔ اُنکے کرداروں میں جوش۔ نیا ئش۔ سپردگی اور رجائیت کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ تقسیم ہند کے تلخ اثرات زیادہ تر ہیں۔ حیات اللہ انصاری کی خدمات جلیلہ سے دُنیا انکار نہیں کر سکتی۔ وہ حقیقی معنوں میں محافظ ادب ہیں۔[۵]

---

[۵] اس دور میں رام سرن شرما۔ کرشن گوپال عابد نے کرشن چودھری۔ منظر ہاشمی۔ مہندرناتھ۔ انیس شبیر احمد علوی۔ زبیدہ امین دریابادی۔ ہاجرہ مشتاق ہاشمی۔ مرد رنور الحسن ہاشمی۔ صادقہ کرمانی۔ غزالہ انور۔ غزالہ نسیم۔ ڈاکٹر دُرِ شہوار لکھنوی۔ رضیہ قدوائی بیگم۔ خواجہ عبد السلام قمر قیصر تمکین۔ عائشہ مشیر۔ اظہار اثر۔ دت بھارتی۔ اشرف بھوپالی۔ شفیق بانو ہاجرہ تبسم محمدی بیگم۔ مخمور جالندھری۔ اے۔ احمد آختر۔ عادل۔ ریوتی شرن شرما۔ انیس مرزا۔ وحشی مارہروی۔ امیر حسن نورانی۔ وحشی محمود آبادی۔ گلشن ہند۔ سلامت علی بیدی۔ قیصر تمکین۔ منظر سلیم۔ حسین شہیر حسین مشیر۔ شبیر احمد علوی اور فیاض علی کے ادبی کارناموں سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ان ادیبوں نے خون جگر سے ادب کی پرورش کی ہے اور دوسرے خوش ذوق جماعتوں میں اردو ادب کا ذوق پیدا کیا۔ رئیس احمد جعفری کا ادب یکسر تخلیقی اور تحقیقی ہے۔ ہاجرہ مہجور کا مقام کہکشاں سے قریب اور ستاروں سے آگے ہے۔ بیگم وسیم شمس علوی۔ بیگم عنایت الرحمٰن۔ بیگم زاہدہ اسمٰعیل کا ذوق ادب بے حد بلند اور درخشاں ہے۔ بلقیس رحمٰن۔ . . . . . کی ثقافت۔ زاہدہ اسمٰعیل کی لطافت اور بیگم وسیم کی تحقیقات ادبی ہر آئینہ تسلیم ہیں۔ اور انفرادی حیثیت سے ان خواتین کا ایک خاص مقام ہے۔ بیگم فریدہ مشیر احمد۔ ناہید رحمانی بیگم شجاعت علی سندیلوی۔ بیگم اسما اقبال احمد بدایونی۔ بیگم شمس الدین احمد الہ آبادی نے بھی پُرخلوص انداز سے ادبی خدمات انجام دی ہیں۔ آج بحمداللہ ادب خواص سے باہر آکر عوام میں پھیل رہا ہے لیکن اب بھی وسعتوں کی مزید ضرورت ہے۔ اکثر اہل قلم اب بھی اسی قسم کا جاگیرانہ

مذہبی اقدار اور انجمنیں

اس دور میں تعمیری ادب پیش کیا گیا۔ امام ابوالحسن علی ندوی۔ سعید العلماء مولانا علی نقی۔ ڈاکٹر مجتبیٰ حسن کاموں پوری۔ سعید احمد اکبرآبادی۔ مشیر الحق بحیرآبادی۔ منظور احمد نعمانی۔ مولانا طیب دیوبندی۔ مولانا عبدالسلام ندوی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔ امین حسن اصلاحی۔ مولانا حسین احمد مدنی۔ مولانا شاہ سراج الحق مچھلی شہری۔ عبدالباری ندوی۔ مولانا مناظر حسن گیلانی۔ مولانا محمد احمد پھلپوری۔ مولانا عبدالشکور کاکوروی۔ مولانا عبدالقدوس رومی۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ مولانا شاہ مصطفیٰ حیدر کاظمی۔ نسیم لکھنوی۔ عبدالغفار ندوی کی خدمات ادبی بے حد تابناک اور نظر آفریں ہیں۔ ان حضرات نے بڑے سلیقہ سے مذہبی اقدار کو بلند کیا۔ اس دور میں اسلامی جماعت کا تبلیغی اصلاحی نظام بے حد بلند ہوا۔ مذہبی انجمنوں میں سوا لکھنؤ کے اصلاح و تبلیغی اور مرکزی حیثیت سے جماعت اسلامی کے سوا کسی دوسری جماعت کو فروغ نہ ہو سکا۔ فرقہ وارانہ ادب کی تگ و دو سرد پڑ گئی لیکن پھر بھی آریہ سماجی۔ ست سنگی۔ اثنا عشری۔ دیوبندی (وہابی غیر وہابی) انجمنیں انفرادی حیثیت سے ادبی خدمات انجام دیتی رہیں۔ مسیحی جماعتوں نے بھی کسی حد تک ادبی خدمات انجام دی ہیں۔ بودھوں۔ جینیوں اور لامذہبوں کے بھی مذہبی رسائل شائع ہوتے رہے۔

ادب پیش کرنا چاہتے ہیں جو کسی قیمت پر بھی ادبی اقدار کو بلند نہیں کر سکتا۔ رضا انصاری۔ منظر سلیم۔ مسیح الحسن رضوی اور سلطان حیات اللہ کی یکسر تخلیقات ادبی سے انکار کفر ہے خصوصیت سے سلطانہ حیات کی خدمات بے حد روشن اور تابناک ہیں۔ قاری عباس حسین کا فن بھی تادیر نظر فروز رہا۔ ضیا بانو دہلوی۔ فاخرہ نیلوری۔ اے۔ آر۔ شمع۔ شکیلہ اختر۔ کوشلیا اشک کی خدمات بھی کسی انداز سے فراموش نہیں کی جاسکتیں ہماری ادبی برادری کو عصریہ مطالبات پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

[سہیل الرحمٰن ناظم۔ ادبی نوادر اور راہیں۔ ۱۹۵۸ء]

صحافت ۔ ادارے ۔ مطابع

اس دور میں حیات اللہ انصاری ۔ مشیر احمد علوی ۔ مولانا اختر علی ۔ شبیر احمد علوی ۔ فدا احمد عباسی ۔ محمد یونس دہلوی ۔ علمی کانپوری ۔ شمبھو دیال بھٹناگر ۔ انیس احمد عباسی ۔ عبدالرؤف عباسی ۔ مولانا عبدالماجد دریابادی ۔ عبدالرزاق ملیح آبادی ۔ قاضی عبدالغفار کی خدمات بے حد روشن اور امید افزا ہیں ۔ اس دور میں تعمیر ۔ تنویر ۔ دعوت ۔ کوثر ۔ تسلیم ۔ سویرا ۔ نگار ۔ زمانہ ۔ معارف ۔ تنویر ۔ شمع ۔ خلافت ۔ سرفراز ۔ النجم ۔ انقلاب ۔ ادب لطیف ۔ نیا دور ۔ نیرنگ خیال ۔ عصمت ۔ ساقی ۔ ہندوستان ۔ شاعر ۔ قومی آواز ۔ روشنی ۔ تجلی اور ہندوستانی ۔ بے حد مشہور ہیں ۔ اداروں میں کتابستان ۔ فروغ اُردو دانش محل ۔ انجمن ترقی اُردو ۔ حلقۂ دانشوراں کی خدمات ادبی یقیناً روشن ہیں ۔ مطابع میں تاج کمپنی ۔ شانتی پریس الہ آباد ۔ قومی پریس لکھنؤ ۔ انڈین پریس الہ آباد ۔ اسرار کریمی پریس الہ آباد ۔ مختار پرنٹنگ ورکس ۔ جامعہ ملّیہ دہلی کی خدمات بے حد مفید اور مؤثر ہیں ۔ ان اداروں و مطابع کے علاوہ بھی ملک میں ہزارہا ایسے ادارے انجمنیں اور مطابع موجود ہیں جن کی ادبی خدمات سے عوام واقف نہیں ہیں لیکن اُن سب کا مقصد ادب کی خدمات کرنا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے ۔

۱۹۴۷ء ۔ ۱۹۵۸ء
پانچواں دور

اُردو ادب کا یہ دس سالہ دور بے حد صحت مند اور توانا ہے ۔ اس دور میں پہلی بار ہندوستان کو فرنگی استبداد سے نجات ملی ۔ اور آزاد ادب کا سنگ بنیاد رکھا گیا ۔ ایک افسوس ناک حادثہ بھی رونما ہوا کہ قومی ادب دو حصّوں میں تقسیم ہوگیا ۔ انجمن ترقی اُردو[۵] کا مرکز بھی دہلی سے کراچی منتقل ہوگیا ۔ اور ہندوستان میں ـــــ

---

۵ انجمن ترقی اردو ۱۹۰۳ء میں قائم ہوئی ۔ اس کے سکریٹری علامہ شبلی نعمانی ۔ عزیز مرزا ۔ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن خان شیروانی ۔ ڈاکٹر عبدالحق اپنے ۴۴ سال میں انجمن نے تحقیق و تدقیق

(جو پہلے ایک انجمن کی حیثیت سے آگرہ میں) . . . . علیگڑھ میں مقرر کیا گیا ۔ اور سید ظہیرالدین علوی اس کے رجسٹرار مقرر ہوئے اور قاضی عبدالغفار انجمن ترقی اُردو کے معتمد اعزازی منتخب کئے گئے ۔ اس طرح قدیم سرمایہ ادب بھی شعوری (اور لاشعوری) حیثیت سے تقسیم ہو گیا ۔ غیر ملکی ادیبوں میں ڈاکٹر وجاہت حسین عندلیب شادانی ۔ ڈاکٹر وحید قریشی ۔ ڈاکٹر وزیر آغا ۔ غلام محی الدین شبیر احمد علوی ۔ ڈاکٹر آفتاب ردولوی وقار عظیم ۔ سید حسن امام ۔ سید الطاف علی بریلوی ۔ بیگم انیس الطاف علی ۔ خدیجہ مستور ۔ خلیق ابراہیم ۔ حامد حسن قادری ۔ ہاجرہ مسرور ۔ قرۃ العین طاہرہ حجاب امتیاز علی ۔ اے ۔ آر خاتون ۔ پطرس بخاری ۔ ضیاء الدین برنی ۔ عشرت رحمانی ۔ ڈاکٹر شوکت تھانوی ۔ میاں بشیر احمد ۔ عبدالعزیز فلک پیما ۔ بدرالاسلام فضلی ۔ بابائے اُردو ڈاکٹر عبدالحق ۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی بدایونی . . . . . ۔ انتظام اللہ شہابی ۔ امتیاز علی تاج ۔ سید فارغ بخاری ۔ تسنیم نسیم چھتاری ۔ سید سجاد باقر رضوی ۔ ڈاکٹر محمد داؤد رہبر ۔ توصیف تبسم

کے معیار کو بلند کیا ۔ قدیم شعراء کے دواوین شائع کئے ۔ پُرانے تذکروں کو مرتب کیا ۔ تاریخ ادب کے لئے مواد مہیا کیا یعنی شاہکاروں کو شائع کیا ۔ علمی اصطلاحات کی فرہنگیں شائع ہوئیں ۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کا ترجمہ کیا ۔ عالمی ادب کے جواہر پاروں کو اُردو میں منتقل کیا گیا ۔ دو سہ ماہی رسائل بھی شائع ہوتے رہے ۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں انجمن کا کافی نقصان ہوا ۔ ہزارہا ادبیہ کے مطبوعات نذر آتش کی گئیں اور یہ مفید انجمن پاکستان میں منتقل ہو گئی ۔ اور ہندوستان میں نئی انجمن قائم کی گئی اور قاضی عبدالغفار اسکے سیکریٹری مقرر ہوئے اور ڈاکٹر ذاکر حسین اسکے صدر ہوئے ۔ اب اس انجمن کا صدر دفتر علی گڑھ میں ہے ۔ اس کے سیکریٹری آل احمد سرور بدایونی اور صدر کرنل بشیر حسین زیدی ہیں ۔ ایک سہ ماہی رسالہ اور ایک ہفتہ وار اخبار ہماری زبان بھی جاری ہے ۔

[ہماری آواز ۱۵ مارچ ۱۹۵۸ء]

عظیم قریشی۔ شہزاد احمد۔ ڈاکٹر عاشق حسین۔ ڈاکٹر خالد۔ یوسف ظفر۔ قدرت اللہ شہاب۔ ابن انشا بشیر احمد علوی۔ وحیدہ عزیز نسیم۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی۔ ایم۔ اسلم نسیم حجازی ڈاکٹر محمد صادق۔ ابن الحسن۔ اور خدا معلوم کتنے بھائی اور بہنیں ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ ان بچھڑنے والوں میں ڈاکٹر عندلیب شادانی۔ ڈاکٹر عبداللہ اور ڈاکٹر وحید قریشی کے صحیح نقد و نظر کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ ان حضرات کے قلم میں زور۔ اظہار خیال میں توازن اور مناسب اعتدال بھی ہے۔ عندلیب شادانی کی مخلصانہ خدمات اور ہمہ گیر بے لوث نگارشات علمیہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا اُن کا صحیح مقام دانشکدہ علی گڑھ تھا لیکن مشیت ایزدی میں کیا چارہ۔ جو کل تک اپنے اور بالکل اپنے تھے وہ بیک گردش قلم (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) پرائے ہو گئے لیکن اس کے یہ معنی تو کسی طرح نہیں ہو سکتے کہ اگر ہمارے کچھ اساطین ادب جغرافیائی حدود اربعہ سے ہماری نظروں سے دور ستاروں سے آگے" "کہکشاں سے قریں" اپنی باصرہ نواز شعاعوں سے ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں تو وہ ہمارے زخمی قلوب سے بھی کسی وقت بھی دور ہو سکتے ہیں۔ ادبی

ے خمار بارہ بنکوی نے بہت عرصہ ہوا ایک نظم لکھی تھی اُس کے چند بند پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ چاہ برباد کرے گی ہمیں معلوم نہ تھا
روتے دھوتے ہی کٹے گی ہمیں معلوم نہ تھا
موت بھی ہم پہ ہنسے گی ہمیں معلوم نہ تھا
زندگی روگ بنے گی ہمیں معلوم نہ تھا

۲۔ اس قدر جلد دن اُلفت کے گزر جائیں گے
چڑھ کے ان کی نگاہوں سے اتر جائیں گے
حیف صد حیف کہ جیتے ہوئے مر جائیں گے
ہم پہ ایسی بھی پڑے گی ہمیں معلوم نہ تھا

۳۔ نقش ارمانوں کے بنتے ہی بگڑ جائیں گے
قصر امیدوں کے بنتے ہی اُجڑ جائیں گے
ایسا بھی ہوگا کہ وہ ہم سے بچھڑ جائیں گے
روح قالب سے چھٹے گی ہمیں معلوم نہ تھا

———— خمار بارہ بنکوی بہ شکریہ شفقت اللہ خاں سحر بنارسی۔ ۸۰ ساؤتھ ملاکا۔ الہ آباد

حلقہ ایک ہی ہے۔ مقصد حیات ایک ہے اس لئے سلک گہر کا ہر آبدار اور سچا موتی
جو قطرہ سے گہر ہونے تک اپنی ضیائے بامرہ نواز کے نقوش صالحہ فضائے بسیط میں
چھوڑ جاتا ہے لہٰذا اور اس طرح ایک سنہرا حلقہ بن جاتا ہے) انشاء اللہ آنے والی نسلیں
ان منتشر ادب پاروں کو (حقیقی گہرہائے آبدار کو) بڑے سلیقہ اور عزت سے ایک
نفیس ریشمی (قرمزی) لڑی میں پروئیں گی۔ اور اپنے شاندار ماضی پر جائز فخر و مباہات
کرتی رہیں گی۔ کیا یہ کوئی کم خدمت ہے۔ اور ہمارے دکھے ہوئے زخمی قلوب کے لئے
یہی تسکین کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کچھ ہی ہو لیکن اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ
آج اس ادب کے دونوں حصے پورے جاہ و جلال سے عصریہ ثقافتوں کو پورا کر رہے
ہیں اور دونوں ممالک کا ادب بہ انداز نو تعمیری قدم اُٹھا رہا ہے۔

تقسیم ہند کے بعد

تقسیم ہند کے اندوہناک اثرات سے ہمارا قومی ادب بکسر
متاثر ہے۔ لیکن جو کاروان ادب منزل بہ منزل مجبوراً
ماورائے ہند (بہ حسرت و یاس) چلا گیا۔ اُس قافلہ میں یقین کیجئے ہمارے بہترین
دل و دماغ تھے جو (قومی ورثہ کے امین اور واحد اجارہ دار ہوتے ہوئے بھی) ہم سے
بلکخت جدا ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقسیم ہند نہیں تھا بلکہ تقسیم قلوب۔ ہاں ایک فائدہ
بھی ہوا۔ بہت سے ادیب مستقلاً ہندوستان میں آ گئے جن میں جگن ناتھ آزاد۔ تلوک چند
محروم۔ رام لال۔ اپندر ناتھ اشک وغیرہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے لیکن یہ تعداد مہاجرین
کے مقابلہ میں نسبتاً کم ہے۔ یہ حالات اور تقسیم ہند کے دیرپا اثرات سے قومی ادب بھی
متاثر ہوا اور ہمارے ادب میں جابجا نقوش نظر آنے لگے۔ لیکن اس کا تعلق کہاں تک
کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو ادیب۔ ناظر۔ فسانہ نگار۔ ناقد۔ شاعر اور دوسرے
فنکاروں نے ہندوستان کو اپنا وطن سمجھ کر مستقل مزاجی کا ثبوت دیا۔ ان میں پختہ خیال ادیبوں
کی خاصی تعداد موجود ہے۔ اور اس دس سالہ دور میں ہندوستان کا ادب زیادہ صحت مند

نقوش صالحہ ادب میں پیش کر سکا ہے۔ اور حالات لفضلہ اب امید افزا ہیں اور مستقبل کی تابناکی میں مطلق شبہہ نہیں ہے۔

تنقیدی ادب

اس دور میں علامہ نیاز فتحپوری۔ رشید احمد صدیقی۔ حضرت فراق گورکھپوری۔ حکیم فن حضرت مجنوں گورکھپوری۔ بشیر احمد علوی۔ ظہیر الدین علوی۔ آل احمد سرور بدایونی۔ ضیا احمد بدایونی۔ سید صالحہ عابد حسین کے ناقدانہ اشارے بے حد متوازن پُر جوش اور مفید ہیں۔ آنے والی نسلیں ان اساطین ادب کے نگارشات علمیہ کے گھنیرے سایہ میں بیٹھ کر شاندار ماضی کی تاریخ دُہرا کر آنے والی نسلوں کو سبق آموز روایت سے آشنا کرتی رہیں گی [۵]۔ انجمن ترقی اُردو علی گڈھ کی طرف سے

---

[۵] اس دور میں کچھ ادیب ایسے بھی اُبھرے جو بہ یک وقت شاعر بھی ہیں۔ فسانہ نگار بھی اور ناقد بھی۔ ان میں خیر بھوروی۔ ضیاء الدین بدایونی۔ ابن انشار۔ سید علی جواد زیدی۔ ڈاکٹر محمد حسن۔ سلام مچھلی شہری۔ روش صدیقی۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی۔ یونس خالدی۔ مسیح الزماں جائسی۔ امیر حسن نوری۔ بیگم مسیح الزماں جائسی۔ ڈاکٹر مسعود حسن۔ ڈاکٹر مختار الدین آرزو۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام۔ ڈاکٹر انور الحسن۔ جیلانی بانو شجاعت علی صدیقی۔ منشی حبیب اللہ صدیقی جائسی۔ شفاعت علی صدیقی۔ حامد اللہ افسر۔ صادقہ سرن۔ زیب النسار۔ میمونہ خاتون۔ جیلانی بانو۔ ڈاکٹر معین حسن جذبی۔ اختر انصاری۔ ڈاکٹر قمر رئیس۔ راجندر سنگھ بیدی۔ غلام احمد فرقت کاکوروی۔ حسین مشیر۔ قیصر تمکین۔ منظر سلیم۔ مسیح الحسن رضوی۔ ثمر بلوری۔ کلیم عزنی۔ شکیل اختر۔ خواجہ احمد عباس۔ یعقوب سلیم۔ جوہر بجنوری۔ نذر امام۔ کنول نسیم۔ خالد شفائی۔ صغیر احمد صوفی۔ نصیر پرویز۔ شاہد پرویز۔ شہاب جعفری۔ رضا شاہ آبادی۔ مظفر مرزاپوری۔ ظہیر کاشمیری۔ سیدہ صالحہ علوی۔ عابد حشری۔ ناظر کاظمی۔ شارب لکھنوی۔ سلامت علی مہدی۔ شکیل جمالی۔ معصوم رضا راہی۔ کے نام زیادہ روشن ہیں۔ اس دور میں صاحب طرز نوجوان شاعروں میں جان نثار اختر کا بھی ذکر

اب تک دس سالہ تاریخ میں بلند پایہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ہر سال کم از کم بیس ۲۰ کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ انجمن نے ایک دارالاشاعت بھی کھولا ہے۔ اور کتابوں کی

کیا جا سکتا ہے۔

جاں نثار اختر خیر آبادی اختر کا ورثہ ادبی ہے اور پس منظر بھی یکسر ثقافتی اور ادبی ہے۔ ماحول یکسر رومانی ہے۔ اس لئے اگر جاں نثار اختر شاعر بن کر نہ ابھرتے تو تعجب ہوتا۔ ان کا شاعر ہونا قطعاً خلاف توقع نہیں ہے۔ باکمال شاعر حضرت مضطر خیر آبادی کے خلیفہ و جانشین اور صاحبزادہ ہیں۔ رنگینی و شوخی و درد ان کا حصۂ خاص ہے۔ مجاز کی صحبت کی حاشیہ نشینی نے اختر میں سادگی پیدا کر دی رفتار میں شوخی کا حسن جادداں ہے۔ ان کی شاعری میں مسائل عصر کی تشریح ہے۔ اور انداز بیان کی ہمہ گیر سادگی بھی۔ بہر حال رنگ و بو کی کائنات میں انکی شاعرانہ سحر کاریاں اپنے رنگ خاص میں منفرد ہیں۔ بقول بیگم اقبال احمد بدایونی۔ اختر کی شعری نظریات اور تصورات کو ذہن میں سلیقہ سے رکھنا پڑتا ہے۔ سنجیدگی۔ نرم روی اور سادگی کا رچاؤ انکے ہر شعر میں نظر آتا ہے اختر دھواں دھار اندھیروں سے گذرنے کے لئے خون دل سے مشعل جلانے کا قائل ہے۔ وہ خامشی بزم سے اکتاتا ہے۔ لب کشائی پر زور دیتا ہے۔ وہ عشق کے ر دحدت جنون کو زندگی کی ادائیں سکھانا چاہتا ہے۔ اُس کے لہجہ میں درد ہے۔ عزم ہے۔ اور مستقبل کے لئے امید افزا پیغام مسرت بھی۔ صدائے غم بھی تلاش کرتا ہے اور درد کی خلش بھی۔ خلوص اور محبت سے وہ کھیلنے کا عادی ہے۔ بقول بیگم   اختر کی شاعری میں گلپوش جواں حرماں امنگوں کا سہاگ۔ شاداب تمنا کے مہکتے ہوئے خواب بیدار خوابی کے فروزاں وصال شام کی ملاحت صبح کا جمال مرنے کا سلیقہ۔ جینے کا شعور نغمات کا ترنم۔ نظروں کا حجاب شعروں کی سجاوٹ اور گیتوں کا نکھار ملتا ہے۔ جس کا ان کے معاصرین میں فقدان ہے۔ یہی وہ کمال ہے جو اختر کو اس نوعمری (متقدمین کے کمالات۔ ریاضات کو دیکھتے ہوئے) میں حاصل

نمائش کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ انجمن نے ایک حلقہ ادب بھی قائم کیا ہے جس میں تحقیقی وتنقیدی مقالے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کا حلقہ اثر ابھی محدود ہے لیکن حالات امید افزا ہیں۔ ڈاکٹر مسعود حسین۔ ڈاکٹر تارا چند۔ ڈاکٹر نذیر احمد۔ ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی کرنل بشیر حسین زیدی۔ سیدہ صالحہ عابد حسین۔ ڈاکٹر سید عابد حسین۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام ڈاکٹر مختار الدین آرزو۔ رشید احمد صدیقی۔ بیگم قدسیہ زیدی۔ ڈاکٹر محمد عزیز۔ محمد عتیق صدیقی۔ ڈاکٹر راجندر پرلے۔ ڈاکٹر جعفر حسین۔ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی۔ آل احمد سرور بدایونی۔ ہارون خاں شیرانی۔ ڈاکٹر محمد حسن۔ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن۔ مہر چند کھنہ گوپی ناتھ امن اور سلطانہ حیات کی دلچسپیاں اگر بدستور قائم رہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے لکھنؤ کے حلقہ فروغ اردو اور الہ آباد کے حلقۂ دانشوراں کی طرح اس حلقۂ ادب کا حلقۂ اثر بھی وسیع تر نہ ہوتا جائیگا اس انجمن نے دور حاضر کے خوش گو اور کامیاب شعراء آزاد، وجد، مخدوم، اختر۔ ملا، عزیز، حسرت، یگانہ، فراق، اثر، جگر بریلوی، روش صدیقی۔

ہو گیا ہے۔ اُس کے لہجے میں رس ہے۔ دکھ ہے۔ درد ہے۔ انسانیت ہے۔ نرمی اور گھلاوٹ ہے۔ اور اُس کا غم آفاقی ہے اور ہر دردمند کو اُس کے شعر پڑھ کر بھولا ہوا غمناک خواب یاد آجاتا ہے۔ اختر کلیتاً محبت کا شاعر ہے۔ حسین اور لاشعوری جذبات اُس کے شعروں میں شدت و تحریک پیدا کیا کرتے ہیں۔ اختر کی شاعرانہ سحر کاریاں یکسر خلوص، درد، ترنم، کیف، حسین بھولنے والی یادوں کے مرادف ہیں۔ اختر صناع بھی ہیں۔ اچھی حسین ترکیبیں تراشتے رہتے ہیں۔ گو وہ ترقی پسند شاعر ہیں لیکن مجاز و فیض کی طرح اپنے خونِ جگر سے اس حسین شعری دانش محل کی زیبائش و آرائش میں سلیقہ سے کام لیا ہے۔ قلب میں ٹیس تو اُٹھتی ہے لیکن ظرف اور ذوق کو ... زود پشیمانی ناپسند ہے۔ اس لئے ہر کہ وہ ان کی زندگی کے (کی تلخ ساعات کے) المیہ سے قطعاً واقف نہیں ہے۔ سلاست و نرمی اور محبت کا حسین امتزاج اختر کی شاعری میں ملتا ہے۔ اور یہ بڑی خدمت ہے۔

جان نثار اختر، احمد ندیم قاسمی، شاد عارفی، اختر انصاری، مجروح ۔ عرش ۔ فیض ۔ مجاز ۔ کا اچھا انتخاب بھی با تصویر شائع کیا ہے ۔ اخبار ہماری آواز کا نفرنس نمبر بھی آدبی ترویج میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اس میں فکر و نظر ۔ عزم و عمل ۔ مسرت و بصیرت کا بہت کچھ سامان ہے ۔ اردو کی تحریک کو ہندوستان گیر فضا ۔ اس کا قومی و جمہوری اساسی اس کے شعور اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس شمارہ سے ہو سکتا ہے ۔ انجمن کی صحت مند اور توانا خدمات ادب سے کوئی دانشور انکار نہیں کر سکتا ۔ اسی طرح تنقیدی ادب (لکھنؤ) میں دانش محل اور فروغ اردو بھی شائع ہوتا رہتا ہے ۔ لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ فروغ ادب کی خدمات ادب سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ الٰہ آباد میں حلقۂ دانشوراں اور ادارۂ انیس اردو نے بھی تنقیدی ادب پیش کرنے میں بہت ہی ستھری اور صحت مند خدمات انجام دی ہیں ۔ ان حلقہ ہائے ادب نے تنقیدی ادب کی تعداد میں خاصا اضافہ کیا اور افادی حیثیت تو ظاہر ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے ۔ تنقیدی ادب کا پس منظر ایک آہنی دیوار کی حیثیت رکھتا ہے جسے کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ اور قومی ادب کے پرستاروں کی بیداری، حرکت اور عزم و ہمت پر اب غالباً کوئی حرف نہ لا سکے گا ۔ اس سلسلہ میں آل احمد سرور بدایونی ۔ ڈاکٹر شکر اللہ خلیلی ۔ رشید احمد صدیقی ۔ شجاعت علی صدیقی ۔ ڈاکٹر محمد شریف نعمانی ۔ مشیر احمد علوی ۔ نسیم احمد ۔ مولانا شمس قاسمی ۔ کی مخلصانہ خدمات ادب ہر آئینہ مستحسن اور قابل ستائش ہیں ۔

کچھ روشن ستارے

افادی ادب کو پیش کرنے میں قیصر تمکین ۔ حسین مشیر حسن شہیر ۔ معصوم رضا راہی ۔ مجاز ردولوی ۔ ڈاکٹر محمد حسن ۔ نجم الدین شکیب ۔ غلام احمد فرقت ۔ بیگم عنایت الرحمٰن ۔ عبد الشکور جاوید ۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی نے بڑے خلوص سے پیش کیا ہے ۔ اعجاز صدیقی کا حسین و جمیل شیرازہ ادبی سحر اعجاز ہے ۔ ان کا ستھرا صحت مند ذوق دیکھ کر اہل میخانہ ساقی کی کم نگاہی کے شاکی نہیں رہتے ۔ ان کا

ناقدانہ ذوق ہزارہا گم کردہ راہ ادیبوں کی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ اُن کے شریعت ادب کا واحد نقیب شاعر اپنی ثقافت اور علمی کمالات کے لئے ہندوستان میں منفرد ہے۔ فیض کی سرمستی کا اب تک ادب میں جواب نہ تھا۔ اُن کی لطیف شوخیِ اندازِ نقش فریادی بن کر دستِ صبا سے خراجِ عقیدت وصول کرتی رہتی ہے۔ سردار جعفری کا ادب یکسر پتھر کی دیوار ہے۔ اُن کے عزم داستقلال سے ایشیا جاگ اٹھا۔ اُن کا ترقی پسند ادب میں دنیا کو سلام کی دعوتِ فکر وعمل دے رہا ہے۔ شکیل کی شعری صلاحیتیں بڑے سلیقہ سے صنم وحرم کے مناظر پیش کرتی رہتی ہیں۔ شفا گوالیاری اظہار رامپوری طرفہ قریشی۔ علویہ احمد۔ سروش طباطبائی۔ احترام الدین شاغل۔ شاد عارفی۔ عدم۔ پرویز شاہدی۔ چاند رمنہ۔ کلیم عرفی۔ جے کرشن چودھری۔ جوہر بجنوری۔ اور جگن ناتھ آزاد کی ادبی خدمات سے بھی انکار مشکل ہے۔

کچھ اور ناقدین کرام

ڈاکٹر سلام کے کلام کا ادبی ذوق نکہت وگل اور جام ومینا کا صحیح امتزاج پیش کرتا ہے۔ منظر سلیم کی مخلصانہ خدمات ادبی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ذوق صحیح (ان کے) مطالعہ کی وسعت۔ نظر آفرینی گہرائی اور گیرائی کی نمائش کا لطف مغربی اساطین کی آغوش میں آ سکتا ہے جو قدر ونظر کی رفعت جانتے ہیں۔ رضا انصاری نے لکھنوی اساطین کے اصنافِ سخن کو بڑے سلیقہ سے ہمیشہ پیش کیا ہے۔ نقد ونظر کی منزل سے بھی وہ کما حقہٗ واقف ہیں۔ اور مسیح الحسن رضوی کا افسانوی ادب اکثر سن رسیدہ اور پختہ خیال اساطین ادب کو شرمندہ کر سکتا ہے۔ انھوں نے اساطین ادب کے عصری تقاضوں کو پورا کیا ہے۔ قدیم مکتبِ خیال کے آخری نمائندہ شہزادہ محمد ہادی صاحب عالم (شاہی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں) زبان دانی وضع داری اور مجلسی آداب کو خوب جانتے ہیں۔ ادب نے ان کے بزرگوں کے محل سراؤں میں پرورش پائی ہے۔ اغلاط اور امثال

پر نگاہ ہے اس لئے وہ جو کچھ کہتے ہیں اُس میں اب بھی اثر ہے۔ لکھنؤ کے ایک کامیاب
جلیل القدر اہل فن کا تذکرہ بھی ضروری ہے جس کی نامناسب (ہمہ گیر) انانیت نے
کسی ادیب کو اپنی زندگی میں نہ اپنایا۔ سید واجد حسین یاس (یگانہ عظیم آبادی)
کی بے جا خودی اور نامناسب تمکنت نے اُن کو ادبی محاسن میں وہ صحیح مقام نہ عطا
کیا جس کے وہ ہر آئینہ اہل تھے۔ تمام عمر ادب کی خدمت عبادت سمجھ کر کی۔ لیکن
کس قدر افسوس ناک امر ہے کہ ان کی خود نمائی اور بے جا تمکنت نے ان کے ادبی
وقار کو ٹھیس لگایا۔ نوجوان ناقدین (شاعروں و فنکاروں) کو اُن کے افسوسناک
انجام سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اُن کا آغاز بھی افسوسناک تھا اور انجام بھی
افسوسناک اور بصیرت افروز ہے۔ رونا اور گانا ہر ذی روح کو (ماحول کے اثر
سے) آتا ہے لیکن جو ادیب (قابل برداشت) مشکلات کے بھنور میں پھنس کر اپنی راہ
ادب میں متعین کر لیتا ہے اسی میں زندگی کے آثار پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ کامیاب
ناقد (شاعر۔ ناظر۔ ادیب) وہی ہے جس کی نگارشات علمیہ میں خلوص و صداقت پائی جاتی ہے۔

افسانوی ادب

اس دس سالہ دور میں افسانوی ادب میں نمایاں ترقیاں
ہوئیں لیکن اچھے فسانہ نگاروں کی آج بھی ضرورت ہے۔
اچھے لکھنے والوں میں حیات اللہ انصاری۔ مسیح الحسن رضوی۔ کنھیا لال کپور۔ اظہار امام۔
رام لال۔ بیگم عنایت الرحمٰن۔ وفا ملک۔ تبسم اہونوی۔ عزیزہ امام۔ صالحہ عابد حسین۔
زاہدہ اسمٰعیل۔ قدسیہ زیدی۔ قیصر تمکین۔ حسین مشیر۔ عصمت چغتائی۔ منظر سلیم۔ کرشن چندر۔
اور نئے لکھنے والوں میں بیگم عنایت الرحمٰن۔ ناہید رحمٰن۔ بلقیس رحمانی۔ کلیم عرفی۔ عبدالشکور جاوید
مجیب الہ آبادی۔ ضیاء الاسلام کی خدمات یقیناً دلکش اور امید افزا ہیں۔ شمع (دہلی)
نے جو حلقۂ اثر قائم کیا ہے وہ بے حد تابناک اور روشن ہے۔ آئینہ (ہفتہ وار) اور بانو
(ماہنامہ) کا حلقۂ اثر بھی ادبی نوادر کی نشر و اشاعت میں گذشتہ اساطین ادب کو

شرمندہ کر سکتا ہے۔ شمع کا حلقۂ اثر محض بالغوں ہی کے لئے وقف نہیں ہے بلکہ بچوں کا ذوق بڑھانے میں کھلونا پیش پیش ہے۔ آجکل ترجموں سے بھی افسانوی ادب میں بیش قیمت اضافہ کیا جارہا ہے۔ خالص مشرقی انداز میں مغربی افکار و آرا کے پیش کرنے میں ابن سعید۔ بیگم عنایت الرحمٰن۔ ناہید رحمٰن۔ خان محبوب طرزی۔ شاہد اختر غازی پوری۔ قیصر تمکین۔ شکیل جمالی کی خدمات یقیناً قابل داد ہیں۔ یہ ایسے ابھرتے ہوئے ستارے ہیں جن کی ضیائے لطیف سے ایک دن ہمارے معاشرہ کی تہی مائگی انشاء اللہ ضرور دور ہو سکے گی۔ خصوصیت سے بیگم عنایت الرحمٰن کی افسانوی نزاکتیں تاثر اور وحدت خیال کے نقطۂ نظر سے اچھے اچھے باکمال انشا پردازوں کو غیرت دلا سکتی ہیں۔

ثقافت۔ تاریخ۔ سیاست اور سوانح عمریاں

قومی ادب کی روایات جمیل اگر آسانی سے تلاش کی جا سکتی ہیں تو نوجوان ادیبوں کو ثقافت۔ تاریخ۔ اساطیر۔ سیاست اور سوانح سے بھی ایک گونہ تعلق رکھنا پڑے گا۔ کیونکہ زبان کی ارتقائی کیفیات کا پتہ چلانا آسان نہیں ہے۔ ہمارے معاشرہ میں ان کا ایک مقام ہے۔ ایسا سرمایہ جہاں کہیں بھی ہو اور جس عہد کا ہو لازوال نعمت ہے۔ نئے تقاضوں اور نئے انداز کی تعمیری مساعی کے ساتھ ارباب ہم نے ہمیشہ اپنے قومی (سرمایہ) نشان کو بلند کرنے میں کوششیں کی ہیں۔ صاحب نظر اور ارباب فکر ایسا ورثہ چھوڑ جاتے ہیں جس سے قوموں کی گم شدہ راہیں تلاش کی جا سکتی ہیں اور نئی نسل انھیں دھندلے نقوش پر علمی و فکری ادب کے آثار قائم کر سکتی ہے۔ تعمیر و اصلاح کی طرف جو قدم اٹھایا جاتا ہے وہ ہر آئینہ قابل قدر ہے۔ اساطین ادب نے اس سلسلہ میں یقیناً روشن اور صالح نقوش ورثہ میں چھوڑے ہیں۔

طنز و مزاح۔ علوم و فنون نفسیات و معاشیات

علوم و فنون کی خشک اور سوگوار وادیوں میں ہمیشہ زندہ دل ادیبوں نے زندگی کی لہریں پیدا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اس دہ سالہ دور میں نفسیات و معاشیات و جمالیات پر کافی زور دیا گیا ہے۔ طنز و مزاح میں ڈاکٹر شوکت تھانوی۔ پطرس بخاری۔ غلام احمد فرقت۔ رشید احمد صدیقی۔ ادارہ حیدرآبادی اور کنھیالال کپور۔ کی خدمات بلند ہیں۔ علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں مولانا عبدالماجد دریابادی۔ علامہ نیاز فتحپوری۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ نجیب اشرف ندوی۔ مولانا عبدالشکور کاکوروی۔ مولانا علی نقی۔ جے کرشن چودھری کی خدمات یقیناً سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور نفسیات و معاشیات پر بھی اچھی کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ خصوصیت سے جے کرشن چودھری کی ادبی عقیدت سے نوجوان مصنفین کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ایسے صاحب ذوق آسانی سے نظر نہیں آتے۔

مذہبی اقدار

قدیم لکھنے والوں میں مولانا عبدالماجد دریابادی۔ مولانا عبدالشکور فاروقی۔ سعید اکبرآبادی۔ مولانا حفظ الرحمٰن۔ مولانا ابن حسن۔ شاہ مصطفیٰ حیدر کاظمی۔ مولانا وصی اللہ۔ مولانا محمد احمد۔ مولانا ظفر مہدی۔ مولانا سبط حسن۔ مولانا کلب حسن۔ مولانا علی نقی۔ سوامی بھولاناتھ۔ ڈاکٹر شبیر احمد غوری۔ ڈاکٹر مجتبیٰ حسن کاموپوری۔ مولانا سراج الحق مچھلی شہری کی خدمات بے حد روشن اور مفید ہیں۔

صحافت

قدیم صحافی برادروں میں علامہ نیاز فتحپوری۔ انیس احمد عباسی۔ مولانا عبدالماجد دریابادی۔ اور حیات اللہ انصاری کی خدمات یقیناً روشن ہیں۔ جدید صحافتی برادری میں قیصر تمکین۔ رضا انصاری۔ منظر سلیم عابد سہیل بیحد مشہور ہیں۔

رسائل

اس دس سالہ دور میں شاعر و نگار کی خدمات بے حد روشن ہیں۔ معارف۔
الجمعیت۔ النجم بھی اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر میں کافی مقبول ہیں۔
ہندوستانی اور ادب اردو اچھے رسالے ہیں۔ اخبارات میں حقیقت وطن وصدق
مدینہ۔ صداقت مشہور ہیں اسلامی جماعت کا تبلیغی ادب اچھے آثار پر قائم ہے۔ دوسری
انجمنوں میں تبلیغی نظام کسی بڑی حد تک تشنہ ہے۔

شعری ادب

اس دس سالہ مدت میں نئے اقدار اُبھرے ہیں (۱۹۴۷ء سے)
ہماری زندگیوں میں بھی ایک عجیب وغریب ہل چل مچ گئی۔ اس
ہل چل سے دل ودماغ۔ روح اور قالب یکساں متاثر ہوئے۔ ادب چونکہ اظہار جذبات
کا ذریعہ ہے۔ اس لئے سوچنے وسمجھنے کے طور طریقے بھی بدل گئے [۱۸۵۷ء کے بعد
بھی ایک خوش گوار انقلاب میں محسوس کیا گیا تھا] لیکن اس عہد دہ سالہ میں ادب نے
جو نئی کروٹ لی وہ اس امر کی متمنی ہے کہ ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔ تقسیم ہند کے
زخموں کا بہت کچھ اندمال ہوگیا ہے۔ لیکن لطیف۔ خلش کسک اور چبھن اب بھی پائی
جاتی ہے۔ ادیب۔ فنکار۔ شاعر اور ناقدین نے [یہ بھی انسانی جماعت کے ایک ضروری
فرد تھے] انقلابی شعلوں کی تیز اور روشن لپکوں کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ مشاہدہ
کے بعد اُس کے ہولناک اثرات ادب میں چھوڑے۔ ۱۹۵۵ء تک تو یہ رنگ زیادہ
تیز اور شدید تھا۔ ۱۹۵۶ء سے کچھ توازن کے آثار شروع ہوئے۔ اب ہمارے شاعروں
نے انگریزی وہندی۔ بنگالی۔ تاملی و مرہٹی اثرات سے خاصا فائدہ اٹھایا اور غزلوں
اور نظموں کے ساتھ گیت اور سانیٹ بھی لکھنا شروع کئے اور اسی واسطہ سے اس عہد
کا ادب ذہنی۔ جذباتی اور روحانی کرب کی ترجمانی کا وسیلہ بنایا۔ جا بجا اجتماعی کرب
کے آثار اور ماحولی انتشار اور اضطرابی بے چینی نظر آنے لگی ہے۔ غزل کی ملائیت
اور اُس کے مزاج کی درد آشنا اور دردمند کیفیات نئے اتحاد کو ہر شخص محسوس

کرنے لگا ہے۔ آرزو۔ وحشت۔ ہادی مچھلی شہری۔ آل رضا ملآ۔ جوہر کی غزلوں میں شخصی اور انفرادی مساعی نمایاں ہیں۔ اظہار کے شعر میں نیا رجحان کافی پایا جاتا ہے۔ اب روایت اور حدیث کی خصوصیات بھی غزل میں نظر آتی ہیں۔ ساحر۔ ندیم۔ یتنف فضلی۔ اور حفیظ ہوشیارپوری کی نگارشات علیہ میں حقائق کے دلفریب و درس آفریں نقوش زیادہ تیزی سے اُبھرتے نظر آرہے ہیں۔ جذباتی نفسیاتی روح عصریہ کے آثار بھی اب نوجوان شعراء کے کلام میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

گیت ہمارے ادب میں گیت لکھنا ساغر نظامی نے شروع کیا۔ اُردو ادب میں اس کی عمر بہت کم ہے۔ اور اسی لئے بقول بیگم اقبال احمد بدایونی اچھے مجموعوں کو ہمارے قومی ادب میں کل بھی فقدان تھا اور آج بھی اس کمی کو ہر دانشور محسوس کرتا رہتا ہے۔ ساغر۔ حفیظ۔ میراجی۔ قیصر تمکین۔ حسین مشیر۔ منظر سلیم۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی۔ مقبول حسین احمد پوری۔ ساحر لدھیانوی۔ شکیل بدایونی۔ راجندر کرشن کے گیت افادی حیثیت سے بے حد بلند ہیں اور ان کی ادبی اقدار کو کسی قیمت پر فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ گیتوں کا رواج ہر ملک میں رائج رہا ہے۔ لیکن ادبی حیثیت سے گیت اپنے اختصاصی درجہ کو حاصل نہ کر سکے۔ اس وقت حقیقت یہ ہے کہ ساحر لدھیانوی کے گیت پڑھ کر سماج کی تلخیاں بھی نظر آتی ہیں اور حالی کی پرچھائیاں بھی۔ ساحر بقول اعجاز صدیقی نئی پود کے حساس شاعر ہیں اس لئے عصریہ تقاضوں کو بہ انداز دگر دہی پیش بھی کر سکتے ہیں۔ ان کے گیتوں میں دھیما دھیما رس ہے۔ اثر ہے اور متوازن ترنم بھی۔ ان کے گیت ان کی شعری سحر کاریوں کا بین ثبوت اور اکثر عوامی ادیب ساحر کے گیتوں کو دوسرے بچھڑنے والے ساتھی سے بہ چشم تر رخصت ہو کر یہی کہتا ہے کہ گاتا جا بنجارا۔ اسی لئے یہ گیت ادب میں ساحر کے روشن مستقبل کا واضح اشارہ ہے۔

لوریاں قدیم مکاتیب خیال میں لوریاں ضرور کچھ پائی جاتی ہیں لیکن ادبی حیثیت سے

اچھی ادبی لوریاں نظر نہیں آتیں۔ بہرحال صالحہ علوی۔ عائشہ منیر۔ مہ لقا منیر علویہ احمد۔ بیگم قمر قیصر تمکین۔ بیگم انیس شبیر احمد۔ بیگم شمس الدین احمد۔ پریم کنور۔ بلقیس رحمانی۔ ناہید بدر رحمن عزیزہ امام کو اس طرف اشد توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر ہندی ادب سے یہ ذوق مستعار لیا جائے تو کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

خواتین میں ادبی ذوق

ادب کا انحصار زندگی (اور زندگی کا انحصار عورت ہے۔ سماج اسی سہارے پھولتا اور پھلتا رہتا ہے۔ زندگی تخلیق ربانی نہیں انعام الہی بھی) ہے اس لئے لا متناہی ہے۔ اسی لئے عورت کا مزاج پہچاننا آسان نہیں ہے۔ اسی لئے ہمیشہ اور ہر دور میں عورت نے ادب کی راہوں کے لئے مواد فراہم کیا ہے۔ شاہان اودھ میں بہو بیگم کی خدمات جلیلہ بہت اہم ہیں۔ بڑے بڑے اہل کمال دہلی سے آکر اسی باعظمت خاتون کے دربار گہر بار سے منسلک ہوئے اور بقدر ذوق اور بقدر ظرف ادب کی عظمتوں میں اضافہ کرتے رہے۔ یہ دور ۱۸۵۷ء تک قائم رہا انتزاع سلطنت کے بعد اودھ کی بیگمات نے ادب کے ہر شعبہ میں اپنے نگارشات ادبی سے بیش قیمت اضافہ کیا۔ واجد علی شاہ اختر کی محل سرا مستقلاً ادبی اکاڈمی کی حیثیت رکھتی تھی۔ عالم۔ قیصر جہاں اور متعدد خواتین شعر و شاعری سے ذوق رکھتی تھیں۔ جب نسبتاً ہندوستان کو سکون نصیب ہوا تو حیدرآباد کی ذی مرتبت خواتین نے ادب کی بے شمار خدمات انجام دیں۔ شعر و شاعری۔ تذکرہ نگاری۔ روزنامچہ۔ قصائد۔ مراثی۔ مثنویات غرضکہ ہر شعبہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ نواب سلطان جہاں بیگم والی بھوپال نے سفرنامے روزنامچے لکھے۔ ادبی اقدار کو بڑھایا۔ ان کے دربار میں ہمیشہ اہل کمال کو عروج ہوا اور انکے والد ماجد نے تو بہت سے نایاب تذکرے (حدیث اور ادب میں) اپنی تصانیف چھوڑیں۔ پنجاب میں محمدی بیگم نے تہذیب نسواں جاری کر کے عوامی ادب کی داغ بیل

ڈالی اور ہزار ہا خواتین کی ادبی رہنمائی کی۔ حیدرآباد۔ پٹنہ۔ ڈھاکہ۔ مرشدآباد کی خواتین نے بھی شعری اصلاحات کیں۔ شریف بی بی دعصمت نے بھی ادبی خدمات انجام دیں[۵]

---

[۵] ہمشیرہ احمد مبین۔ مسز چشتی۔ خورشید جہاں بیگم۔ بہو بیگم قیصر جہاں بیگم۔ علی عباس حسینی کشور جہاں۔ قدسیہ زیدی۔ قدسیہ قدیر۔ بیگم مشیر احمد۔ بیگم انیس شبیر احمد۔ بیگم پرنس اسمٰعیل۔ سیدہ منظر علوی۔ قرۃ العین طاہرہ۔ بنت نذر الباقر۔ زاہدہ خاتون شیروانی۔ زاہدہ خاتون سرور عثمانی۔ ضیا بانو دہلوی۔ صالحہ عابد حسین۔ خدیجہ مستور۔ تسنیم نسیم۔ سلیم چھتاری۔ میمونہ خاتون حجاب امتیاز علی۔ ہاجرہ مسرور۔ ہاجرہ مہجور۔ رضیہ سجاد ظہیر۔ جیلانی بانو۔ زیب النسا۔ صالحہ علوی۔ بیگم جعفری۔ ناہید رحمٰن۔ شمیم ملیح آبادی۔ وحیدہ عزرا بدایونی۔ سلطان قمر۔ قیصر تمکین۔ نور جہاں طلعت۔ سیدہ منظر۔ مریم جمیل۔ بیگم ظفر الملک علوی۔ بیگم حسرت موہانی۔ عزیزہ امام۔ بیگم صفدر علی۔ شمع تاجدار۔ وزیر بیگم ضیا۔ اے۔ آر۔ شمع۔ شکیلہ اختر۔ ممتاز شیریں۔ عصمت چغتائی۔ شمع نعمت اللہ۔ واجدہ تبسم۔ حیا عبدالرحمٰن سندیلوی۔ بیگم حکیم عبدالحی۔ بیگم عنایت الرحمٰن۔ فاخرہ بیگم۔ قمر محمود الحسن۔ سورج کلا سرور۔ علویہ احمد۔ روحی حسن۔ ڈاکٹر رشید جہاں۔ مفتی گنج۔ شیش محل۔ اور کاکوروی خواتین نے ادبی خدمات انجام دینے میں کافی حصہ لیا۔ نسیم انہونوی کے حرم۔ بانو بہت معیاری رسائل ہیں۔ عورتوں کا ایک تذکرہ مشیر احمد علوی نے شاعرات جمیل کے عنوان سے حریم سے شائع کیا۔ بیگم عنایت الرحمٰن۔ طیبہ بیگم۔ بشیر النسا بیگم۔ شاہدہ بیگم۔ تہنیت النسا بیگم کی خدمات ادب بھی اس سلسلہ میں بہت بلند ہیں۔ خواتین فسانہ نگاروں میں تسنیم سلیم چھتاری ایک طرز خاص کی مالک ہیں۔ اور ان سے بہتر فسانہ نگاری کے حسین نقوش دور حاضر میں نظر نہیں آتے۔ اب اکثر خواتین ادبی تحقیقات بھی کر رہی ہیں۔ اور یونیورسٹیوں میں شعبہ تحقیقات میں مردوں کے دوش بدوش ان کی ادبی تحقیقاتیں بھی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

(عائشہ مشیر احمد علوی دور حاضر کا افسانوی ادب ۱۹۵۴ء)

سیّدہ صالحہ عابد حسین پانی پتی

قدیم ادبی خانوادہ کی نامور خاتون ہیں۔ ادبی اور ناقدانہ ذوق اُن کو ورثہ میں ملا ہے۔ (ترقی پسند ہوتے ہوئے بھی) ہمیشہ وہ سلیقہ سے سوچ سمجھ کر فطری صحت مند معاشرہ ادبی کی قائل ہیں۔ تنقیدی رجحان سے ہمیشہ نئی راہیں نکالتی رہتی ہیں۔ اظہار خیال میں توازن ہے اور صلابت و سلاست ہے اور اعتدال۔ حالی کا خون اُن کی رگ و پے میں جاری و ساری ہے اور عصریہ ادیب اُن کی گراں مایہ نگارشات علیہ کے مشتاق رہا کرتے ہیں۔ اور یہ صدقہ ہے خواجہ غلام الثقلین کی تربیت اور حالی کی دعائے سحری کا۔ نگارشات ادبی سلک گہر سے قطرہ سے گہر ہونے تک یکسر یادگار حالی نظر آتی ہیں۔ ادبیات پر عبور ہے۔ عبارت میں شگفتگی اور دل کشی کے آثار نمایاں ہیں۔ ستھرا و پاکیزہ ادبی ذوق بقول قیصر تمکین اچھے اچھے ادیبوں کو شرمندہ کرسکتا ہے۔ ان کی والہانہ ادبی خدمات یقیناً شاندار مستقبل کی نشان دہی کررہی ہیں۔

کچھ متقدر افراد

علّامہ نیاز فتحپوری۔ پنڈت کشن پرشاد کول۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد۔ آصف علی۔ نورالرحمٰن۔ قاضی عبدالغفار۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری۔ ڈاکٹر عابد حسین۔ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ۔ ڈاکٹر تارا چند۔ ڈاکٹر اختر اربنوی۔ نواب جعفر علی خاں اثر۔ کلیم الدین — احتشام حسین ماہلی۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی شجاعت علی صدیقی۔ آل احمد سرور۔ فاروق شجاع۔ دیا شنکر نسیم۔ منشی امبیکا پرشاد سحر الہ آبادی کی خدمات بے حد تابناک اور حسن خالص کی طرح روشن اور منور ہیں۔ شاعروں میں حضرت فراق گورکھپوری۔ منور لکھنوی۔ پنڈت آنند نرائن ملاّ۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی۔ فیروز نظامی۔ صدیق حسن۔ حبیب احمد صدیقی۔ جوہر بجنوری۔ عارف عباسی اور سراج لکھنوی کی خدمات ادبی نوجوان ادیبوں کے لئے خضر راہ ہیں۔ لکھنؤ کے دو اہم شاعروں کا تذکرہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ حضرت حمید اور حضرت بہزاد لکھنوی دونوں

خوش گو شاعر ہیں۔ نعت ؎ سے ذوق ہے اور ان کا کلام بے حد مقبول ہے۔ پرانے شاعروں میں حضرت صدق جائسی اور حضرت ماؔلی جائسی بھی اچھا کہتے ہیں۔ جدید شاعروں میں حامد الہ آبادی کا شعلۂ فال نیک ہے۔ شاہد مہدی۔ قاضی عبدالستار شہاب جعفری۔ صغیر احمد صوفی کے کلام میں جدت خیال اور تاثر پایا جاتا ہے۔ فیروز نظامی بہت خوب کہتے ہیں۔ ان کے کلام میں پختہ خیالی پائی جاتی ہے۔ قدیم مکاتیب خیال کے شعراء کو نوجوان شعراء سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اب خوش گلوئی ادبی منازل کی کیفیات میں اثر انداز نہ ہو سکے گی۔ اس بدعت سیئہ نے ادبی راہوں کو سوگوار بنا دیا ہے۔

نئی نسل کے نوجوان شاعر

ڈاکٹر سلام سندیلوی۔ عبدالشکور جاوید۔ جوہر بجنوری۔ اور حامد الہ آبادی کے کلام میں درد ہے۔ رس ہے اور لامعلوم ترنم بھی۔ اجمل اجملی۔ طفیل جمالی اور بشیر بدر کا بھی ذکر بھی مستقبل کے شعراء میں کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر سلام معیاری ادب پیش کرتے ہیں لکھنوی مکتب خیال میں سلام کا ادب مستقبل کا ادب ہے۔ سلام کا کلام پڑھنے اور سننے سے زیادہ برتنے کی چیز ہے۔ حیرت ہے کہ لکھنوی مکتب خیال (روایتی شاعری) نے ایسا تابناک شاعر کیسے پیدا کیا۔ تسلیم عرفی

؎ نعت گوئی حضرت محسن ختم کر گئے لیکن اب بھی بعض نعت گو شعراء عقیدت مذاہبی سے نعت کہتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مقاصدہ اور سلام کا بھی رواج ہے۔ سید زوار عباس امیر الصدر۔ ثمر ہلوری۔ صدق جائسی۔ ناؔلی جائسی۔ عقیدتاً مقاصدہ اور سلام سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ نعتیہ مشاعرہ کا بھی رواج عام ہو گیا ہے۔ لیکن یہ خطرہ کی گھنٹی ہے۔ جب تک معتقدات میں ہم آہنگی نہیں ہوگی نعتیہ مشاعروں سے ادبی فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ لکھنؤ اور الہ آباد میں ایسے مشاعرے زیادہ رائج ہو گئے ہیں۔ نوجوان شعراء میں سلیم الہ آبادی اور جوہر بجنوری کا رنگ سخن اس سلسلہ میں قابل داد ہے۔

[احمد ابراہیم تمہر ۱۹۵۸ء]۔

ثقافت کے لئے مشہور ہیں۔ وضع اصطلاحات پر عبور ہے۔ عرفان لکھنوی کی شاعری ان تمام عصریہ تقاضوں سے پُر ہے جس کی آج ضرورت ہے۔ شعور بریلوی۔ جوہر جام۔ مصور۔ عبور بھی اچھے خوش ذوق ادیب ہیں۔ سورج کلا سرور۔ اظہار رامپوری، یاد دہلوی کا ادب بھی قابل ستائش ہے۔ جگن ناتھ آزاد۔ غلام احمد فرقت۔ رضا انصاری۔ ڈاکٹر تقی احمد۔ کاکوروی۔ احمد محسن تماشائی۔ اور نصیر احمد کاکوروی کا ادبی ذوق بھی آئندہ نسل کے لئے شمع انجمن ثابت ہوگا۔ مسیح الحسن رضوی افسانوی ادب میں اشارات سے کام لیتے ہیں۔ شجاعت علی صدیقی کا تحقیقی ذوق اور بیگم عنایت الرحمٰن کا مذاق قابل ستایش ہے۔ بیگم سید الطاف علی کا ادب بھی سبق آموز ہے۔

محققین کرام اس دس سالہ دور میں محققین کا خاصا اضافہ ہوا۔ اقبال احمد سہیل مرزا احسان احمد۔ رشید احمد صدیقی۔ امتیاز علی عرشی۔ پروفیسر محمد مجیب۔ حکیم فن حضرت مجنوں گورکھپوری۔ حضرت فراق گورکھپوری۔ قیصر تمکین۔ شبیر احمد علوی۔ سید افتخار حسین فخری۔ ڈاکٹر مختار الدین آرزو۔ مالک رام۔ دیوان سنگھ۔ ڈاکٹر اختر اریوی۔ سید عبدالجلیل حسنی۔ شفیق الرحمٰن۔ آل احمد سرور۔ کلیم الدین احمد۔ ڈاکٹر شبیر احمد غوری۔ غلام مصطفٰی۔ مولانا عبدالماجد دریابادی۔ مشیر احمد علوی۔ علی کبیر اشرفی۔ محمد الدین مارہروی نے ادبی نوادر کو بڑے سلیقہ سے جمع کیا ہے۔ فنی حیثیت سے بھی اُن کا ادب یکسر تخلیقی اور صحت مند ہے۔ ان اساطین ادب نے مخلصانہ ادبی نگارشات سے ادب کی سوگوار وادیوں میں علم و عمل کی قندیلیں روشن کی ہیں۔ [اور ادبی تصور کی تزئین و آرائش میں] چابکدست ماہر فن کی حیثیت سے اپنے رنگین اور گرم خون سے ادبی منازل کو تابناک و روشن بنایا ہے۔ اسی لئے عوامی قلوب کو مسحور و مسخر کر لیا ہے۔

مطابع و رسائل و اخبارات عرصہ سے اُردو ادب کی اشاعت میں وہ حسن نظر نہیں آتا ہے جس کو عوام دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس

سلسلہ میں منشی نولکشور کے مطبع کا بڑا احسان ہے جہاں ہمیشہ ادبی خدمات مخلصانہ (تاجرانہ نہیں) ہوتی رہتی ہیں۔ افسوس ہے کہ علیگڈھ کا مطبع جو اپنی نفاست کے لئے مشہور تھا ختم ہو گیا۔ اب دہلی میں جامعہ ملیہ کا مطبع (اور کچھ اور مطابع) لکھنو' کا قومی پریس۔ الہ آباد کا اسرار کریمی۔ ویشواودھیالہ۔ انڈین پریس۔ اور رائے صاحب لالہ رام دیال اگروال کا مطبع شانتی ضرور عمدہ طباعت کے لئے مشہور ہے۔ شانتی پریس محض ادبی خدمات کرتاہے اور دیگر مطابع کی طرح تجارت کا قائل نہیں ہے۔ اور یہ صدقہ ہے رائے صاحب رام دیال کی حسن نیت کا جو ہمیشہ اہل کمال کی تلاش میں رہتے تھے۔ اور قدر بھی کرتے تھے۔ منشی حبیب اللہ جائسی۔ مولانا محمد رفیع بجنوری۔ حسن بن ضیاء۔ قیصر تمکین جبین حیدری۔ صالحہ عابد حسین۔ کلب مصطفےٰ۔ شجاعت علی اور مشیر احمد علوی کی رشحات قلم یکسر اسی دارالاشاعت سے شائع ہوتی رہتی ہیں۔ رسائل میں آج کل نگار۔ نیا دور۔ معارف۔ قومی آواز۔ [میگزین] شمع۔ شاعر۔ مادر وطن۔ دنیا۔ صدق۔ ریاست۔ حریم۔ دعوت۔ تجلی۔ صبا۔ بیسویں صدی۔ شاہکار۔ صداقت کی خدمات ادب یکسر ادبی ہیں اور آئندہ آنے والی نسلیں جائز استفادہ کریں گی۔ اس حقیقت سے انکا نہیں کیا جا سکتا۔ ایک عمدہ ادبی دارالاشاعت کی اشد ضرورت ہے۔ اساطین ادب کو اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔

ورثہ عظمیٰ

یہ مسئلہ اہم ہے کہ اس دہ سالہ دور میں ہمارا قومی ورثہ کیا ہے؟ قومی ورثہ وہ سب کچھ ہے جو بنی نوع انسان نے قدرت سے حاصل کیا۔ وہ سب دکھ جو اُس نے ابن آدم کی فلاح کے لئے سہے ہیں۔ وہ سب خوشیاں جن سے وہ لطف اندوز ہوا ہے فتح کے نعرے شکست کی تلخیاں بھی انسان کی عظیم الشان مہم بن سکتی ہیں جن کا آغاز صبح ازل سے ہوا تھا یہی مہم اب تک جاری ہے۔ اور ہماری قومی میراث اور یہی میراث ادب ہے۔ اور جملہ انسانی طبقات میں مشترک [یہی مشترک

سرمایہ ہمارا قومی ادب ہے] بقول امیر احمد علوی ادبی اقدار نے ازل سے زندگی کے حقائق کو ابھارنا فعل مستحسن تصور کیا۔ ادیب اور ناقد نے زندگی کے رازہائے سربستہ کو بقدر ذوق اور بقدر ظرف افشا کرنے کی سعی کی ہے۔ متقدمین نے دانش محلوں میں ادبی شمعیں بڑی آرزوؤں اور تمنّوں اور پُرخلوص نیائش سے روشن کیں تاکہ آنے والی نسلیں نگارشات علیہ کے زندہ تاج محلوں کی لطیف حرارت سے استفادہ کرتی رہیں اور غیر تاجرانہ

عزم جوش استقلال

ذہنیت کا ثبوت دیگر ادبی خدمات میں عزم۔ جوش و استقلال کا ثبوت پیش کر سکیں۔ یہی فرض قدرت نے ناقدین کے سپرد کیا ہے تاکہ وہ عوامی ادب کی ہمہ گیری میں اضافہ کر سکیں۔ ادب اور نظریئے اور پُرانے چراغوں کے مطالعہ سے آنے والی نسلوں کو سرور حاصل ہوگا۔ تنقیدی اشاروں سے ذوق ادب و شعور بھی ملے گا اور تنقیدی نظریات اور تنقیدی جائزے روایت و بغاوت کے صحیح امتزاج کو پیش کر سکیں گے اور ادبی بد ذوقی کا مذاق جنون ساحل و سمندر تک نہ پہنچ سکے گا۔ قدر و نظر اُردو میں تنقید سے ملا اور تنقیدی اصول و نظریئے حضرت فراقؔ گورکھپوری کے اندازوں سے حاصل ہوئے۔ اُردو ادب کے روشن نقوش و افکار حکیم فن حضرت مجنوںؔ گورکھپوری سے ملے۔ ادبی تنقید میں پھولوں کے انبار نظر فریب موسم گل تہ لب بام ضرور آئے۔ ایقان سے اس امر کا پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہ وقت قریب ہے جب حدیقۂ ادب میں ایسے خوش رنگ اور جاذب نظر نقوش اُبھرینگے جن سے بہ یک وقت ماضی کی بھی ترجمانی ہوگی اور مستقبل کی جائز رہنمائی بھی۔ ادبی ورثہ ماضی کی بخشش ہے۔ نئی نسل کے خوش ذوق ادیب مستقبل کے علم بردار ہیں۔ اسی لئے آج بھی ناقدین کو صحت مند معاشرہ کی شدید ضرورت ہے۔

ادیب۔ ناظر۔ ناقد کے مقامات ادب میں

ناقد بقول شجاعت علی صدیقی تعمیری قدم اٹھاتا ہے اور ادیب اس عمارت کی تزئین اور آرائش میں حصہ لیتا ہے۔

اور ناظر ادب کی وکالت کرتا ہے۔ [اور بقول منشی امبیکا پرشاد تحریر یہی فن ہے] زندگی کی بے راہ رویوں کو دور کرنا ناظر کا کام ہے اور ناظر ہی ناقد کی خدمات ادب پیش کرتا ہے۔ ادب کی یہی خدمت اہم ہے جس کو بھی ادب میں سلیقہ سے پیش کرنا ناظر ہی کا فرض ہے۔ اسی نقطہ سے (ادیب) ناقد بھی حسن کی رفعتوں تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ایک لطیف راز ہے۔ اس سے نوجوان ادیبوں کو باخبر رہنا چاہئے۔

تنقیدی ادب کی رفتار کچھ عرصہ سے تنقیدی ادب کی رفتار قابل اطمینان حد تک (اس دہ سالہ دور میں) ترقی پذیر ہے۔ اب بقول بیگم عنایت الرحمن ادبی اقدار میں کسی بڑی حد تک (تناسب اور تعین) شعوری حیثیت سے زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ دور حاضر کے نوجوان ادیبوں میں تنقید کا معیار صحت وسلامتی کے ساتھ [ارتقائی مدارج سے] بڑھ رہا ہے۔ افراط و تفریط کی کشمکش سے نجات پانے کے بعد ادب کو زندگی اور تابندگی نصیب ہو گئی ہے اور بقول حکیم فن مجنوں گورکھپوری اسی نقطۂ روشن سے روح تہذیب بیدار ہو گئی ہے۔ اور شائستگی اور ثقافت کی عصریہ روح بھی تازہ نظر آنے لگی ہے۔ آئندہ نسلیں اس عظیم ورثہ کو بڑے احترام سے دیکھیں گی۔ ادبی تخلیقات کی لہریں بھی بقول صالحہ عابد حسین کافی ترقی پذیر ہیں۔ ادبی نگارشات کی رفتار اشاعت میں بھی صلابت فکر اور ثقافت نظر کا صحیح امتزاج بھی نظر آنے لگا ہے۔ شعوری اور غیر شعوری۔ داخلی اور خارجی مباحث پر اب بہت کم وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ اس امر میں مطلق شبہہ نہیں ہے کہ اکثر و بیشتر ادیبوں، شاعروں، ناقدوں اور مبصروں کی تخلیقات علیہ کا ہر شعبہ ارتقائی منازل (سبک روی) سے طے کر رہا ہے۔ اور یہی موثر ہماری ادبی زندگی و سلامتی کا ضامن کہا جا سکتا ہے۔ ہمارے سماجی تقاضے نئے ادب کی تشکیل میں معاون ثابت ہو رہے ہیں۔ اور بقول بیگم مشیر احمد یہی ذوق ہر آئینہ عوامی ادب کی طرف رہنمائی کرتا معلوم ہوتا ہے۔

بقول منشی امبیکا پرشاد سحر بیداری اور آگاہی سے آشنا ہوکر نوجوان فنکار آگے بڑھ رہے ہیں۔ اب ادب میں سیاسی رجحان قدرے تیز ہوتا جاتا ہے۔ اور تحریک ترقی پسند ادب کے خوش گوار اثرات بھی جا بجا تخلیقات ادبی میں نظر آنے لگے ہیں۔ ادب نے اس عہد میں (جو نیا موڑ لیا ہے) جو نئی شکل اختیار کی ہے اُس سے پتہ چلتا ہے کہ نئی نسل خیالی اصنام پرستی کی جگہ ادبی زندگی میں حقائق کی تلاش کر رہی ہے اور ادیبوں و شاعروں، ناقدوں اور ناظروں کو اپنی قیمت[۵] کا احساس ہونے لگا ہے اور اسی لئے دورِ حاضر کی تخلیقات ہر حیثیت سے بلند اور تابناک ہوتی جا رہی ہیں۔ اور یہ فال نیک ہے۔

---

۵ آجکل ادب کی قیمت اور ادیبوں پر کافی زور دیا جا رہا ہے۔ لیکن ایک شبہہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ شاعر یا ادیب کو اپنی تخلیقات ادبی کی قیمت وصول کرنا چاہئے یا نہیں۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ تاجرانہ ذہنیت ادب کو برباد کر دے گی۔ عوام کو ادیبوں و شاعروں کی خدمت ضرور کرنا چاہئے۔ اُن کی ضروریات کا لحاظ رکھنا چاہئے لیکن اگر مشاعرہ کا مقصد بجائے ادبی خدمات کے تاجرانہ ذہنیت کا اظہار ہو تو ایسے مشاعرے یقیناً تعمیری ادب کے بجائے تخریبی ادب کی ترویج و اشاعت کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ شاعروں کو مشاعروں میں جا کر اپنی نگارشات ادبی کی قیمت وصول کرنا کسی حالت میں بھی فعل مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اکثر نوعمر شاعر اسی لئے ترقی نہیں کر سکتے اور ان کی شعری صلاحیتیں بہت (زمانہ کے ساتھ ساتھ) جلد ختم ہو جایا کرتی ہیں۔ یہ اصرار کہ الف کو ۲۰۰ روپیہ ملا اس لئے مجھ کو بھی یہی رقم ملنا چاہئے۔ یہ خیال ہی تخریبی ہے اور جو لوگ ایسے مظاہرات کرتے رہتے ہیں وہ ادب دشمن ہو سکتے ہیں۔ غالباً اس پُرخلوص تنقید پر ہمارے نوجوان اور پختہ خیال (دونوں طبقات) شاعروں، ادیبوں اور ناقدوں کو غور کرنا چاہئے۔ یہ خطرہ کی گھنٹی ہے۔

[خواجہ عبدالسلام کانپوری]

اعتذار ہمارے قومی ادب میں جو محاسن ہیں اُن کو تو ہر شخص دیکھتا رہتا ہے لیکن جو معائب کسی وجہ سے اس قدیم ادبی منزل میں رائج ہو گئے ہیں اُن کے پوشیدہ رکھنے کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ نقائص چھپانے سے بڑھتے ہیں۔ اکثر منفی اثرات مثبت محاسن کو بھی تاراج کر دینے کے ذمہ دار ہوا کرتے ہیں۔ نقائص کے اظہار سے دماغی نشو و نما ہوتا ہے اور نئی نسل ان اغلاط کو اسی روشنی میں دور کر سکتی ہے اور اسی نقطہ سے تنقیدی شعور پیدا ہوتا ہے۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ہم ادب میں نئے اور گرم خون کی احتیاج پر زور دیں بلکہ جدید مطالبات کے نئے زاویے اور خوش آیند قدریں بھی ہم کو بلند کرنا چاہیئں۔ ہمارے قدیم مکاتیب خیال کے وفاشعار پیرو کو ان امور سے متوحش نہ ہونا چاہیے۔ دور حاضر کے ناقد۔ ناظر ادیب یا شاعر اپنے شاندار ماضی کی حسین بہاروں پر جدید دانش محلوں کا سنگ بنیاد رکھیں گے اور دانشوروں کے حلقے فروغ ادب کی شمعیں جلا کر [ادبی تاج محل کے] حسن و رفعت میں اضافہ کریں گے اور اسی طرح تاریخ ادب میں نقوش صالحہ کے آثار بھی نظر آئیں گے۔ زمانہ بہترین معلم ہے۔ شکست کی آواز سے قدر و نظر کی وسعتوں میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔ رخسار سحر سے سرمایہ زبان اُردو کے تنقیدی اصول اور نظریے تلاش کئے جائیں گے۔ تنقید و تحلیل سے نیا راستہ ملے گا۔ امراض ادبی کا ازالہ ہو سکے گا۔ اور موسم گل کا پیغام لب بام آ کر کف گل فروش سے معدوم وحدت کے آثار صحیحہ پیش کر سکے گا۔ ہمارے اساطین ادب (معمار ادیب) ایسے نقوش و افکار پیش کریں گے جس سے (قومی) ادبی تنقید میں پھولوں کے انبار نظر آئیں گے اور اسی طرح فروغ جام سے ادبی راہیں بھی نشر ہوتی رہیں گی۔

بے راہ رویاں عصریہ بے راہ رویاں ہر ادب میں ہوتی ہیں۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ خود بخود دور ہو جائیں گی جس وقت نوجوان شاعر ادبی لال

قلعہ میں) شمع کا فوری روشن کریں گے۔ حدیقہ ادب کی سوگوار وادیوں کی بر و دت یک لخت دور ہو جائے گی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ پختہ خیالی اور ریاض ضبط و تنظیم کی پابندی ہی سے ادب زندہ رہ سکتا ہے۔ نوجوان ناقدین کو ادبی نگارشات میں تنقید و تجزیہ کی ضرورت پر زور دینا چاہیئے۔ افہام و تفہیم سے یہ مشکلات یقیناً دور ہو سکتی ہیں۔ ادبی تخلیقات میں تعداد سے زیادہ حسن کی ضرورت ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ادب وہی زندہ رہ سکتا ہے جس میں توازن ہو۔ اور قومی معاشرہ میں ہمارے مزاج کے عین مطابق ہو۔ نوجوان فنکاروں سے پختہ خیال ادیبوں اور شاعروں اور ناقدوں کو بھی بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ جن عصریہ تقاضوں کو آج نوجوان ادیب اور ہونہار شاعر اور پختہ خیال ناقد اور باکمال ناقد آزادی سے پیش کر رہے ہیں وہ قرون اولیٰ میں نہ تھے کیونکہ ادبی سرمایہ میں جدید حالات کا انعکاس بھی ضروری ہے۔ صحت زبان سلاست و ثقافت پر نئی نسل کو نگاہ رکھنا چاہیئے۔ اور تخریبی عناصر سے بھی احتیاط ضروری ہے۔ نوعمر ناقدین کے لئے لکھنے سے پہلے سوچنے اور سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس نازک اور لطیف راز سے نوجوان ادیبوں کو واقف ہونا ضروری ہے۔

کچھ غیر ضروری امور

ادبی کارواں جو دارالسلام دہلی سے خراماں خراماں چلا تھا وہ اودھ کے مرغزاروں میں چندے مقیم رہا اور اودھ کو نوابین و بیگمات کی غیر معمولی نوازشوں اور زرپاشیوں سے) فیض آباد اور لکھنؤ اسکے مرکز قائم کیئے گئے اور کچھ دنوں کے بعد لکھنؤ میں ایک جدید مکتب خیال قائم ہوا جس کے دوررس اثرات بفضلہٖ آج بھی قائم ہیں۔ اور الہ آباد۔ جونپور۔ آگرہ۔ بنارس اور علیگڈھ پٹنہ و کانپور میں ادبی کارواں کے نئے مرکز قائم کیئے گئے۔ ایک قافلہ دکن کی طرف روانہ ہو گیا۔ راہ دشوار گذار تھی لیکن عزم و استقلال نے اس بے آب و گیاہ وادی میں قدم رکھ کر زندگی کی نئی راہیں پیدا کر دیں۔ دوسرا قافلہ نئے اور پرانے ادیبوں کی معیت میں

خاموشی سے بہار کی طرف روانہ ہوا۔ اور پٹنہ دگیا میں نیا معیار قائم ہوا! ایک قافلہ دہلی سے ناآسودہ ہو کر پنجاب میں پھلا دپھولا۔ یہ قافلہ بھی جوش و ولولہ سے خوش گوار اور ناخوش گوار اثرات ادب میں مساویانہ ویکساں قائم کرتا رہا۔ تحقیق و تدقیق کا معیار ضرور قائم کیا گیا۔ بہار میں عظیم آباد و گیا اس جدید ادب کے روشن مرکز قرار پائے اور دکن میں اورنگ آباد اور حیدر آباد نے ادب کی تشکیل نو میں غیر معمولی حصہ لیا۔ آج بغیر کسی خوف و تردید کے کہا جا سکتا ہے کہ ہر مرکز دہلی کی طرح روشن و تابناک ہو گیا لیکن پنجاب میں لاہور کی ادبی خدمات نے تو ہر مرکز کو شرمندہ کر دیا۔ یہ بڑی بات ہے۔ تقسیم ہند کے بعد (پنجاب و بنگال میں) دو نئے مرکز کراچی و ڈھاکہ میں قائم کئے گئے۔ اور آج کراچی کی ادبی تاریخ (ترویج و اشاعت) کو نہ بھلایا جا سکتا ہے اور نہ ڈھاکہ کی ثقافتی بلند خیالیوں کو کسی طرح فراموش کیا جا سکتا ہے۔ آئندہ آنے والی نسلیں اس دور کی تاریخ بڑے عزت و احترام سے پیش کریں گی اور قومی سرمایہ پر فخر کریں گی۔

مختلف صوبوں کی خدمات ادب

دور حاضر میں اردو ادب کی جو نشر و اشاعت بہار میں ہو رہی ہے اُس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اب سفینۂ ادب اُس ساحل پر آلگا ہے جہاں لکھنوی و دہلوی مکاتیب خیال کا فرق دور ہو گیا ہے۔ اب تو جو مرکز ادب کی ترویج و اشاعت میں غیر معمولی حصہ لے گا اُسی کے سر کامیابی کا سہرہ ہو گا۔ کشمیر میں اب اُردو کا سکہ رائج ہے اور مدراس و آندھرا میں خاص طور سے اشاعت ہو رہی ہے اور بمبئی کا احاطہ بھی ادبی نوادر کو سلیقہ سے پیش کرنے میں کسی صوبہ سے پیچھے نہیں ہے۔ دہلی میں بھی مہاجرین کی توجہ سے ادبی پرچم لہرا رہا ہے۔ اور ہمارے صوبہ میں [جس نے ہمیشہ پر خلوص خدمات سے نام و نمود سے ہٹ کر ایک معیار قائم کیا ہے] بھی ادبی خدمات سرکاری اور غیر سرکاری اداروں سے برابر ہوتی رہتی ہیں۔

برما افریقہ۔لنکا انڈونیشیا۔سنگاپور

برما میں بھی اچھے رسائل اور اخبارات شائع ہوتے رہتے ہیں اور افریقہ (جنوبی) میں بھی ہندوستانی اُردو ادب کی نشرواشاعت میں مساویانہ حصّہ لے رہے ہیں۔ افغانستان۔ مصر۔ حجاز۔ ترکی۔ شام۔ عراق۔ انڈونیشیا۔ ملایا۔ سنگاپور اور لنکا میں بھی زبان اُردو سے غیر معمولی دلچسپی لی جارہی ہے۔ غرضکہ ہر جگہ قومی ادب کو سلیقہ سے پیش کیا جارہا ہے۔ امریکا۔ آسٹریلیا اور انگلستان میں بھی ادبی مجلسیں قائم ہیں روس۔ فرانس۔ زیکوسلوکیالدجرمنی کے ملکوں میں بھی ہمارے قومی ادب کے شاہکار پڑھے جلتے ہیں اور تحقیقاتیں کی جارہی ہیں۔ جابجا نشریات کے ذریعہ سے بھی اردو ادب کی تبلیغ ہوتی رہتی ہے۔ فلمی زندگی میں بھی اب اساطین ادب کی تخلیقات کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ مرزا غالب۔ امراؤ جان آدا

فلمی نگارشات

اور پریم چند کی نگارشات کے اثرات فلمی زندگی میں بھی نظر آنے لگے ہیں۔ گیتوں، گانوں اور فیچروں کا معیار بلند ہوگیا ہے۔ ہمارے صوبہ میں ضرور کسی بڑی حد تک ادبی تحریک کچھ سُست پڑگئی ہے۔ لیکن ہراس کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ اور اس کی بڑی وجہ طبقاتی اور عصباتی جذبات ہیں جو

طبقاتی عصباتی جذبات

شخصیت پرستی کی طرف مائل ہیں اور ہمارے جانے پہچانے اساطین ادب شعوری حیثیت سے ادب میں جاگیرانہ نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خطرہ کی گھنٹی ہے۔ دانشوروں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ایسے حربے کبھی مستحسن نہیں ہو سکتے کیونکہ جاگیرانہ نظام کی عمر ختم ہوگئی ہے اور یہ ادب کی جڑوں کو کھوکھلا کردے گا۔

فرقہ وارانہ ادب

فرقہ وارانہ ادب کی ترویج اشاعت بھی ادبی منازل کو ہماری سرگرمیوں سے دور لئے جارہی ہے۔ اخبارات ورسائل میں کہانیاں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ عورتوں اور بچوں کا ادب بھی ترقی کررہا ہے۔ جاسوسی اور افسانوی

ادب بھی حسن کی جگہ تعداد پر زور دے رہا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس عہد میں اعداد و شمار پر زور دیا جاتا ہے، اور جمہوری نظام اعداد و شمار ہی پر قائم ہے۔ لیکن ادبی سرگرمیوں میں

جمہوری ادب اس کے علاوہ کسی اور شے بھی ضرورت ہے۔ ادب تو حسن و تعمیری تخیل پر زندہ رہ سکتا ہے۔ اب تو شخصی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ انفرادی کوششوں پر زور دینا چاہئے۔ قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے۔ ادب کی وسعت حسن کے سہارے قائم رہ سکتی ہے۔ باوجود ترقیوں کے ادبی ثقافت کی لہر کچھ سست پڑ گئی ہے اور یہ خطرناک ہے۔ آنے والی نسلیں تعداد کی بجائے تخلیقی... ... روشنی حاصل کرینگی۔ اب دہلوی و لکھنوی مرکز خیال کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اب ادب کو اضافی نظریہ پیش کرنا چاہئے۔ تخیل میں وسعت کے ساتھ شادابی کی بھی اشد ضرورت ہے۔

ادبی محاسن کی شادابی اس وقت ادبی محاسن کی شادابی میں کوئی شبہہ نہیں ہے، لیکن دانشوروں کو اس امر پر بھی توجہ کرنا چاہئے کہ کسی باغ کی شادابی پھولوں کی کثرت، اقسام یا رنگ و شکل کی فراوانی پر موقوف نہیں ہے بلکہ باغ کی کامیابی کا انحصار کلی دیرپا خوشبو پر ہے۔ جس کا آج یقیناً فقدان ہے۔

روح ادب اسی خوشبو کو ادب کی زبان میں روح سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ گو اسالیب کے اعتبار سے بھی یہ دور اُردو ادب کا خوش آیند اور امید افزا ہے۔ لیکن پھر بھی ادب جس حسن کا طالب ہے وہ یقیناً ابھی نظروں سے اوجھل ہے۔ یہ ایک لطیف راز ہے اور بقول حکیم فن حضرت مجنوںؔ گورکھپوری ہمارے نوجوان ادیبوں، ناقدوں اور شاعروں کو اس پر سنجیدگی سے غور و خوض کرنا چاہئے۔ عروضی مباحث ادبی ثقافت کے لئے نسبتاً ضروری ہیں لیکن ادب کو قواعد کا پابند

قواعد کی پابندی کرنا کوئی فعل مستحسن نہیں۔ حسن تو یہ ہے کہ اصول قواعد یکسر

ادب کی آواز ہو جائیں ۔ اُس وقت ادبی تبلیغ اور خلوص سے ہو سکتی ہے۔ طرحی وغیر طرحی مشاعروں سے بھی ادبی قنادیل روشن کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ضبط و نظام کی اس سے زیادہ ضرورت ہے۔ طرحی مشاعروں سے ذہن کی ضرور جلا ہوتی ہے۔ لیکن بسااوقات قواعد کی پابندی (اور عروضی مشکلات) حسن شعر کو بھی تاراج کر دیا کرتی ہے۔ بہرحال ادب کی نیایش میں ان ناخوشگوار امور کی طرف بھی ہم کو توجہ کی ضرورت ہے۔

مستقبل کی تابناکی

حالات بحیثیت مجموعی بہرحال امید افزا ہیں۔ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مرغان چمن کی زمزمہ پردازی اس امر کی دلیل روشن ہے کہ سینہ چاکان چمن جلد اصل منزل کی طرف واپس آئیں گے۔ قنوطیت ادب میں کفر ہے۔ رجائیت ادب میں اعلیٰ مقام ہے۔ قومی ادب کے مطلع پر جو وقتی غبار نظر آرہا ہے وہ نوجوان فنکاروں کے ریاض اور جد وجہد سے جلد دور ہو جائے گا۔ اور دانشوروں کے بھروسہ پر مختلف حلقہائے فکر و نظر کی رفتار ادبی کو دیکھ کر یہ پیشین گوئی ضرور کی جاسکتی ہے کہ ادبی آفتاب جاہ و جلال سے جلد

سوگوار وادیاں

روشن ہو کر نشیب و فراز کی جملہ سوگوار وادیوں کو منور اور روشن کرے گا۔ ادب کی بے پناہ وسعتیں (جدید تقاضوں اور ناقدانہ کمالات کی روشنی میں) نئی نسل جوش و انہماک سے ادب کے قدیم عصریہ قالب میں اپنے گرم اور تیز خون سے نئی روح داخل کریں گی۔ وسعتوں میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔ عام ادبی بے راہ رویاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ گہرے بادل دیر یا سویر ضرور چھٹیں گے۔

جدید ادب کی تابناکی

حدیقۂ ادب کی خوش سوادی و خوش نظری ہم اپنے تو اپنے غیروں کو بھی اپنے ہمہ گیر اثرات سے مسحور کیے گی اور جدید ادب زیادہ تابناکی سے ہر قلب صالح کو روشن اور گرم کرتا رہے۔ لیکن وقت کا انتظار ہے۔

سخنے زحال خویش بہ سیما نوشتہ ایم

ضمیمہ

تنقیدی ادب

کاشف الحقائق	امداد امام اثر
ذوق ادب و شعور	سید احتشام حسین ماہلی
اُردو میں تنقید	ڈاکٹر احسن فاروقی
تجزیہ تنقید	ناظر کاکوروی
ادبی تنقید	ڈاکٹر محمد حسن
نقد الادب	حامد اللہ افسر میرٹھی
تنقیدی اصول اور نظریہ۔	〃 〃 〃
اندازے	حضرت فراق گورکھپوری
استفادیات	علامہ نیاز فتحپوری
نئے اور پرانے چراغ	آل احمد سرور بدایونی
تخہائے گفتنی	کلیم الدین احمد
اُردو شاعری	امیر احمد علوی کاکوروی
بہادر شاہ ظفر	〃 〃 〃
غزبات	〃 〃 〃
بہارستان تراب	〃 〃 〃
طرہ امیر	امیر احمد علوی کاکوروی
تذکرہ رند	〃 〃 〃
منتخبات	〃 〃 〃
یادگار انیس	〃 〃 〃
قصائد محسنؔ	〃 〃 〃
مطالعہ حالی	شجاعت علی۔ ناظر کاکوروی
مطالعہ شبلی	〃 〃
مطالعہ انیس	〃 〃
اُردو ادب کی جدید تاریخ۔	عبدالشکور تماشائی بریلوی
اصغر گونڈوی	مولانا شاہ سراج الحق مچھلی شہری
مقدمہ شعر و شاعری	خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی
روایت و بغاوت	سید احتشام حسین ماہلی۔
شعر العجم	علامہ شبلی نعمانی
روح تنقید	ڈاکٹر محی الدین قادری زور
ذکر میر	مشیر احمد علوی ناظر

کتاب	مصنف
ذکر غالب	بشیر احمد علوی کاکوروی
صنادید عجم	مہدی حسین ناصری
تنقیدی اشارے۔	آل احمد سرور بدایونی
ہماری شاعری	سید مسعود حسن رضوی نیوتنوی
ادب کیا ہے؟	ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی سندیلوی
ادب کا مقصد	″ ″ ″ ″
آشفتہ بیانی میری	رشید احمد صدیقی جونپوری
باقیات فانی	″ ″ ″
تذکرہ سہیل	″ ″ ″
تذکار اصغر	″ ″ ″
تذکرہ جگر	″ ″ ″
طنزیات	″ ″ ″
اُردو مرثیہ	اطہر علی فاروقی
تنقید و تحلیل	سید شبیہ الحسن نونہروی
نقوش و افکار	حکیم فن حضرت احمد صدیق مجنوں گورکھپوری
صید و ہدف	غلام احمد فرقت کاکوروی
کف گل فروش	″ ″ ″
تنقیدی سرمایہ	عبدالشکور تماشائی بریلوی
فلسفۂ اقبال	حکیم حافظ مولانا عبدالقوی دریابادی

کتاب	مصنف
اکبر میری نظر میں	مولانا عبدالماجد دریابادی
فلسفۂ اکبر الٰہ آبادی	حکیم عبدالقوی دریابادی
مولانا محمد علی جوہر	″ ″ ″
عزیز الحسن مجذوب۔	حافظ محمد رضا انصاری فرنگی محلی
″	مولانا حافظ محمد ہاشم فرنگی محلی
قدر و نظر	ڈاکٹر اختر اورینوی
یادگار حالی	صالحہ عابد حسین
″	ڈاکٹر عابد حسین فرخ آبادی
حالی کا نظریہ شعری	ناظر کاکوروی
نقد حیات	ممتاز حسین
ہندو ادیب	ناظر کاکوروی
آب حیات	مولانا محمد حسین آزاد
آب حیات (تبصرہ)	ڈاکٹر وحید قریشی
لکھنوی مکتب خیال	ڈاکٹر عبادت بریلوی
دہلوی ″	ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی
ولی دکنی	″
″ ″	شاہ علی احسن مارہروی
حیات جاوید	خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی
جعفر علی حسرت	شبیر احمد علوی کاکوروی
یادگار غالب	خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی

جعفر علی حسرت	شبیر احمد علوی کاکوروی	حکیم قدرت اللہ قاسم ۔	انجمن ترقی اردو ۔
یادگار غالب	خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی	فتح اللہ گردیزی	″ ″
غالب	مالک رام	تذکرہ ہندی	″ ″
″	محمد اکرم	روح گارسن ڈی ٹاسی	ناظر کاکوروی
″	امتیاز علی عرشی	تذکرہ مسرور کاکوروی	″ ″
افادات مہدی	بیگم مہدی حسن گورکھپوری	دو بیاضیں	شبیر احمد علوی کاکوروی
موازنہ	علامہ شبلی نعمانی	دو بیاضیں اور انتخاب	علامہ عبدالباری آسی
المیزان ۔		تذکرہ شمیم سخن	شبیر احمد علوی کاکوروی
میٹھے بول (نظیر)	شجاعت علی سندیلوی	″ شام اودھ	″ ″ ″
اسمٰعیل میرٹھی ٥	″	شاعرات	″ ″ ″
تذکرے		ستاروں سے آگے	ناظر کاکوروی
نکات الشعراء	انجمن ترقی اردو	اردو ادب میں غیر مسلم شعراء کا حصہ	″
لچھمی نرائن شفیق	″		

٥ یہ فہرست یقیناً تشنہ ہے لیکن انفرادی کوشش کا لحاظ کرتے ہوئے پھر بھی اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ فہرست کسی بڑی حد تک نمائندہ فہرست کہلائی جا سکے ۔
میری دانست اور علم میں جو آیا وہ پیش کیا جاتا ہے ۔ حاشا کسی صاحب قلم یا ان کی تخلیقات علمیہ کا ذکر قصداً چھوڑا نہیں گیا ہے ۔ آئندہ تفصیل سے یہ فہرست تذکرۃ الناقدین میں ملے گی ۔ اگر کوئی صاحب قلم اس سلسلہ میں مدد کرنا چاہیں تو کرم ہو گا ۔ وہ اس سلسلہ میں سکریٹری حلقۂ دانشوراں ۲۶۴ حسن منزل الہ آباد سے خط و کتابت کریں ۔
ناظر کاکوروی " کاشانۂ سحر " ۱۸ ۔ الگن روڈ الہ آباد

ہندی کے مسلمان شاعر۔ ناظر کاکوروی
ہندی شاعری — اعظم کریوی
〃 — طاہر حسن علوی کاکوروی
چاند تارے — امیر حسن نورانی
ہندی کے مسلمان شاعر — 〃
گیارہ ستارے — ناظر کاکوروی
تذکرہ سہیل — 〃
تذکرہ میر حسن — مسرور کاکوروی
تذکرہ قدرت اللہ شوق
تذکرہ نساخ
گلشن بے خار — شیفتہ
سرمایہ زبان اردو — جلال
صبح گلشن — نواب علی حسن خاں
خمخانہ جاوید — لالہ سری رام دہلوی
تذکرہ نیر کاکوروی۔ امیر احمد علوی
رباعیات — ڈاکٹر سلام سندیلوی
ہ حسرت موہانی — عبدالشکور تماشائی بریلوی
خواتین شعراء — علامہ عبدالباری آسی بدایونی
مخزن نکات — انجمن ترقی اردو
طبقات الشعراء — 〃
چمنستان شعراء — 〃

ریاض الفصحا — انجمن ترقی اردو
تذکرہ ہندی — 〃
عقد ثریا — 〃
گلشن گفتار — 〃
گلزار ابراہیم — 〃
گل رعنا — حکیم عبدالحی
گلشن ہند — انجمن ترقی اردو
بزم سخن
گلستان شوق
شعر الہند — عبدالسلام ندوی
الہ آبادی شعراء — ناظر کاکوروی
لکھنوی شعراء — 〃
تذکرہ اعجاز — حافظ نصیر احمد علوی کاکوروی

تاریخ ادب

تاریخ ادب اردو — ڈاکٹر رام بابو سکسینہ
〃 — مرزا محمد عسکری لکھنوی
〃 — ڈاکٹر مسعود حسن
〃 — ڈاکٹر اعجاز حسین
〃 — صغیر احمد جان
〃 — مشیر احمد علوی کاکوروی

تاریخ ادب اُردو نسیم قریشی لکھنوی

خواتین کی ادبی سرگرمیاں

بیگمات اودھ
بیگمات شیش محل
" حیدر آباد
عظیم آباد
" بھوپال
" مرشد آباد
بیگم صفدر علی
بیگم مہدی حسن افادی الاقتصادی
بلقیس جمال بریلوی۔ بلقیس رحمانی
رابعہ پنہاں بریلوی
ہمشیرہ احمد مبین (مسز محمد چشتی
مسز چشتی
خورشید جہاں بیگم
نواب مجھو بیگم
بلقیس ضیاء
بیگم علی عباس حسینی
قرۃ العین طاہرہ نہٹوروی
بنت نذر الباقر (نذر سجاد حیدر)
زاہدہ خاتون

سرور عثمانی امیٹھوی بیگم عنایت الرحمٰن
ضیا بانو دہلوی ناہید رحمٰن
صالحہ عابد حسین
خدیجہ مستور
تسنیم نسیم چھتاری
حجاب امتیاز علی
ہاجرہ مہجور
ہاجرہ مسرور فریدہ مشیر احمد
رضیہ سجاد ظہیر انیس شبیر احمد
جیلانی بانو
ہمایوں بیگم
صفیہ شمیم ملیح آبادی
ادا بدایونی
یاد تونسوی
سلطانہ قمر
علویہ احمد
سعیدہ منظر
مریم جمیل
بیگم انجمن ظفر الملک علوی کاکوروی
بیگم حسرت موہانی
وزیر بیگم ضیاء
قمر شریف احمد

اے۔ آر شمع دہلوی
سید جعفر
خواجہ بانو دہلوی
شکیلہ اختر
ڈاکٹر رشید جہاں بیگم
زہرہ نگار
عصمت چغتائی
قمر محمود الحسن صدیقی
ابرو بیگم دہلوی
پریتم کنور
حیا عبدالرحمٰن سندیلوی
شمع نعمت اللہ
بیگم عبدالحئی حکیم
قدسیہ زیدی
بیگم اسمٰعیل
قدسیہ قدیر
فاخرہ بیگم نیلور
ہرہائی نیس عصمت رامپور

صحافت

قومی آواز لکھنؤ
جام جہاں نما کلکتہ
شمس الاخبار ״

سراج الاخبار دہلی
اُردو اخبار دہلی
سید الاخبار ״
جامع الاخبار مدراس
مشرق دہلی
״ گورکھپور
فوائد الناظر دہلی
اعظم الاخبار مدراس
کوہ نور لاہور
اودھ اخبار لکھنؤ
عالم میرٹھ
تہذیب الاخلاق علی گڑھ
اخبار عام ——
اودھ پنچ منشی سجاد حسین کاکوروی
رفیق نسواں
النساء سید احمد دہلوی
ہمت گوجرانوالہ
کرزن گزٹ مرزا حیرت دہلوی
پیشوا منشی ضیاء الحق ناپوری
تہذیب نسواں } لاہور
شریف بی بی } لاہور

پیسہ اخبار	لاہور
انتخاب	"
بچوں کا اخبار	"
مدینہ	بجنور
آزاد	کانپور
صداقت	"
ہندوستان	"
جمہور	کلکتہ
ترجمان	"
عصر جدید	"
البلاغ	"
الہلال	"
زمیندار	لاہور
انقلاب	"
سیاست	کانپور
عصمت	دہلی
ہمدم	"
ہمدرد	دہلی
حق	لکھنؤ
حقیقت	"
وطن	لاہور

مسلم گزٹ	لکھنؤ
ہمارا	
نوروز	
مسلمان	
آفاق	
امروز	
طاقت	
مہاجر	
چٹان	
احساس	
قندیل	
تعمیر	
استقلال	
منتظم	
صدق	
ہماری آواز	الٰہ آباد
"	کانپور
تیج	
بندے ماترم	
پرتاب	
ملاپ	

کیسری	
گروگھنٹال	
انقلاب	بمبئی
اجنتا	لاہور
نوائے وقت	
شہباز	
جنگ	
کاکوری اخبار	
ملیح آباد گزٹ	
پارس	
بندے ماترم	
طوفان	لکھنؤ
آجکل	امرتسر
عصر جدید	کلکتہ
حبل المتین	”
مشیر	دکن
صحیفہ	حیدرآباد
پیام	”
نئی دنیا	دہلی
سیاست	کانپور
ستارہ	لکھنؤ
تنویر	لکھنؤ

رسائل

شاعر	بمبئی
دلگداز	لکھنؤ
زمانہ	کانپور
اُردوئے معلیٰ	کانپور۔ علیگڈھ
مخزن	لاہور
خدنگ نظر	
دیب	الہ آباد
الناظر	لکھنؤ
العصر	”
نقّاد	آگرہ
صبح اُمید	لکھنؤ
معارف	اعظم گڈھ
ادیب اُردو	لکھنؤ
جامعہ	دہلی
نگار	لکھنؤ
نسیم	آگرہ
دل	آگرہ
عالمگیر	لاہور

نیرنگ خیال	لاہور
نئی زندگی	الہ آباد
ساقی	دہلی۔ کراچی
شباب	لکھنؤ
سخنور	〃
ادب	〃
خیاباں	〃
ایشیا	میرٹھ
نورس	اورنگ آباد
نقوش	کراچی
ادب لطیف	〃
ماہ نو	〃
پاسباں	چندی گڑھ
دکن ریویو	حیدرآباد
حسن	〃
برہان	دہلی
چراغ اُردو	لکھنؤ
شمع ادب	آگرہ۔ میرٹھ
بیسویں صدی	دہلی
نئی نسلیں	لکھنؤ
شمع	دہلی

نیا دور	لکھنؤ
آج کل	دہلی
ادیب	علیگڈھ
آب و گل	ڈھاکہ
لالہ و گل	کانپور
کہانی	کلکتہ
شاہکار	الہ آباد
علیگڈھ میگزین	علیگڈھ
کارواں	الہ آباد
اصلاح	لکھنؤ
چندن	کانپور
العلم	کراچی
مصنف	علیگڈھ
حریم	لکھنؤ
معیار	〃
تجلی	〃
ہندوستانی	الہ آباد
بانو	دہلی
سہیلی	علی گڈھ
اُردو	کراچی۔ اورنگ آباد
ادب اردو	علی گڈھ

خیاباں | لکھنؤ

مخصوص شمارے

غالب نمبر	علی گڈھ میگزین
سہیل	〃
مجاز	〃
اکبر	〃
مجاز	شبستاں لکھنؤ
خواجہ وزیر	〃
نظیر	〃
غزل	〃
شاد	ندیم گیا
عشرت	〃
خواجہ عبدالرؤف عشرت	〃
اقبال	نیرنگ خیال
پریم چند	زمانہ
حالی	〃
شخصیات	نقوش لاہور
مومن	نگار
نظیر	〃
شعر و شاعری	〃
مصحفی	نگار
اُردو شاعری	〃
ریاض	〃
نقد و تبصرہ	〃
معرکہ	فروغ اُردو لکھنؤ
جنگ آزادی	〃
حالی (۲)	〃
آزادی	نیا دور
ابوالکلام آزاد	آجکل
حالی	زمانہ
سہیل	محمد حسن کالج جونپور
مجاز	سہیل کالج میگزین، حیدرآباد
〃	نیا سویرا
صدائے عام	دہلی

تحقیقات ادبی

ولی دکنی	شاہ علی احسن احسن مارہروی
	ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی
میر	سید مسعود حسن رضوی
	عبدالباری آسی
	قیصر تمکین۔ شبیر احمد علوی
	ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی

اکبر	مولانا عبدالماجد دریابادی	سہیل	رشید احمد صدیقی جونپوری
	ڈاکٹر عقیلہ این ایے خاں		مشیر احمد علوی
	مسلم گورکھپوری	مجاز	سردار جعفری
	عشرت حسین		حمیدہ سراج
	مسلم رضوی		قیصر تمکین
	ناظر کاکوروی		رضا انصاری
	طالب الہ آبادی		شجاعت علی صدیقی
اسمٰعیل میرٹھی	شجاعت علی سندیلوی		ناظر کاکوروی
	ناظر کاکوروی	بہادر شاہ ظفر	امیر احمد علوی
چکبست	پنڈت آنند نرائن ملا		ناظر کاکوروی
	ناظر کاکوروی		رئیس احمد جعفری
	افضال احمد		خاور وارثی
	شجاعت علی سندیلوی	دبیر	ڈاکٹر حسین فاروقی
خواجہ وزیر	ناظر کاکوروی	عبدالحلیم شرر	شریف احمد
	شجاعت علی سندیلوی		مشیر احمد علوی
	نواب جعفر علی خاں اثر	مرزا محمد علی ندوی۔	ڈاکٹر سید محمد حسنین
ناسخ	مولانا نورالحسن نیر	مرزا مظہر جانجاناں	خلیق انجم
	مشیر احمد علوی کاکوروی	ڈاکٹر جان گلکرائسٹ	سنی تبسم
	طاہر محسن علوی		ناظر کاکوروی
فانی	رشید احمد صدیقی جونپوری	گارسن ڈی تاسی	مشیر احمد علوی ناظر
	مشیر احمد علوی کاکوروی	مولانا محمد علی جوہر	مشیر احمد علوی ناظر
	شجاعت علی سندیلوی	رامپوری	غلام مسرور

شاعر	مضمون نگار
	عبدالقوی دریابادی
	رئیس احمد جعفری
	محفوظ علی بدایونی
ظفر علی خاں	علیگڈھ میگزین
محسن الملک	مشیر احمد علوی
	محمد امین زبیری
سید ضامن علی کپتان	سید زوار عباس ابرالعبد
	ناظر کاکوروی
شاہ تراب علی تراب کاکوروی	امیر احمد علوی
	مشیر احمد علوی
	شاہ علی حیدر کاظمی۔ کاکوروی۔
	قیس کاکوروی
محسن کاکوروی	امیر احمد علوی
	نور الحسن نیر
	مشیر احمد علوی
	طاہر محسن
	حافظ مولانا شاہ علی احسن احسن مارہروی
جعفر علی حسرت	شبیر احمد علوی کاکوروی
نظیر اکبر آبادی	مخمور اکبرآبادی
	شجاعت علی سندیلوی
	مشیر احمد علوی
	علامہ نیاز فتحپوری
	ڈاکٹر رضی الدین
مصحفی	امیر احمد علوی
	مختار الدین آرزو
	عبدالمالک آروی
	نثار احمد فاروقی
	مشیر احمد علوی
مومن	امتیاز احمد اشرفی
	ناظر حسن زیدی
	ضیا احمد بدایونی
	مشیر احمد علوی
اقبال	پنڈت چاند نرائن چاند رینہ
	عبدالقوی دریابادی
	رشید احمد صدیقی
	خواجہ غلام السیدین
	ڈاکٹر اکبر قریشی
	آصف جاہ کاروانی
شاہ حاتم	ڈاکٹر سراج الحق
قائم چاندپوری	معین الدین

نذیر احمد	مشیر احمد علوی
	مرزا فرحت اللہ بیگ
	مسعود عالم
	اویس احمد ادیب
	ڈاکٹر انوار الحسن
	کلثوم سلطانہ
آزاد	مشیر احمد علوی
	ڈاکٹر وحید قریشی
	ڈاکٹر انوار الحسن
امیر مینائی	امیر احمد علوی
	مشیر احمد علوی
	تسنیم مینائی
داغ	شاہ علی احسن احسن مارہروی
	رفیق احسن مارہروی
	مشیر احمد علوی
ریاض خیرآبادی	کامل گورکھپوری
	مشیر احمد علوی
	رئیس احمد خیرآبادی
	علامہ نیاز فتحپوری
پریم چند ڈاکٹر	مشیر احمد علوی
	قمر رئیس
	دیانرائن نگم
	علامہ نیاز فتحپوری
	امام فن حضرت فراق گورکھپوری
	شجاعت علی سندیلوی
	عبداللہ خاں
سید احمد	مشیر احمد علوی
	نورالرحمٰن
	ڈاکٹر انوار الحسن
شبلی نعمانی	ڈاکٹر وحید قریشی
	مشیر احمد علوی
	امیر احمد علوی
	شجاعت علی سندیلوی
	ڈاکٹر سعید انصاری
	سید سلیمان ندوی
	نجیب اشرف ندوی
	ڈاکٹر آفتاب احمد ردولوی
دیاشنکر نسیم	چکبست
	امیر احمد علوی
	شرر لکھنوی
	شیرازی
	جعفر علی خاں اثر

حسرت موہانی
جلیل احمد قدوائی
عبدالشکور بریلوی
مشیر احمد علوی
رحم علی الہاشمی
شجاعت علی صدیقی

اصغر گونڈوی
شاہ سراج الحق مچھلی شہری
مرزا احسان احمد
اقبال احمد سہیل
عبدالشکور تماشائی
مشیر احمد علوی

امیر احمد علوی
عبدالماجد دریابادی
حسین مشیر کاکوروی
ظفر الملک علوی
قیصر تمکین کاکوروی

انیس
علامہ شبلی نعمانی
امیر احمد علوی
شجاعت علی سندیلوی
ناظر کاکوروی
مسیح الزماں جائسی
نواب جعفر علی خاں اثر
مسعود حسن رضوی نیوتنوی

ڈاکٹر حیدری
حسین حیدری

دبیر
افضل حسین ثابت

آتش
مشیر احمد علوی
محمد اختر بیگ

غالب
مالک رام
غلام رسول مہر
امتیاز علی عرشی
ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری
شجاعت علی سندیلوی
اشرف علی خاں
محمد موسیٰ خاں کلیم
بشیر احمد علوی کاکوروی
محمد اکرم
مشیر احمد علوی
خیر بہوروی
عبدالرحمٰن چغتائی
بیگم پرنس اسمٰعیل
ڈاکٹر خورشید الاسلام

حالی
دیا نرائن نگم

مولانا محمد احمد پھولپوری
منیر حسن فتحپوری
مشیر احمد علوی
صالحہ عابد حسین
رشید احمد صدیقی
ڈاکٹر عابد حسین
ڈاکٹر وحید قریشی
فراق گورکھپوری
مجنوں گورکھپوری
ناظر کاکوروی
یحییٰ مجتبیٰ
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی بدایونی
خواجہ انعام حسین انصاری
سید جمیل احمد نقوی
ڈاکٹر عبدالحق ہاپڑی
امیر احمد علوی کاکوروی
مولانا وحیدالدین سلیم
مائل بھوپالی
یعقوب خاں کلام
قاضی عبدالرؤف نسیلہ ہاروی

محمد اسمٰعیل پانی پتی
ڈاکٹر عبداللہ
حافظ محمود شیرانی
شیخ محمد اکرم
سجاد انصاری
طاہر جمیل
ممتاز حسین
عزیز احمد
عبداللطیف سفیر بجنوری
حامد اللہ افسر
محمد امین زبیری
عبدالشکور بریلوی
صادق قریشی
ڈاکٹر شوکت میرولٹی
غلام محی الدین شیر احمد علوی کاکوروی
ڈاکٹر عقیل احسن
ای ۔ بی ۔ ایچ ۔ رضوی
ڈاکٹر محمد احسن فاروقی
ڈاکٹر محمد حسن

نوٹ ۔ ایک عجیبات ہے کہ خلوص نیت اس کو کہتے ہیں کہ حالی پر سب سے زیادہ دانشوروں نے تحقیقات کی ہے
اصل یہ ہے کہ اگر حالی نہ ہوتے تو ادب اُردو کا آفتاب مائل بہ زوال ہوتا ۔
[ناظر کاکوروی]

آل احمد سرور بدایونی
ڈاکٹر حبیب الرحمٰن خاں شیروانی
کلیم الدین احمد
شفاعت علی صدیقی
سید احتشام حسین ماہلی
مہدی حسن
ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری

جرأت — محمود الحسن

شیفتہ — منی بیگم
صفیہ عبدالحق

ذوق — تنویر علی
مہدی الافادی — آفاق احمد

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد — جگن ناتھ آزاد
اقبال احمد صدیقی
شجاعت علی صدیقی
قاضی عبدالغفار مرادآبادی
ناظر کاکوروی
شرافت حسین مرزا

ڈاکٹر ہادی رسوا — مشیر احمد علوی
تمکین کاظمی
مولانا عبدالماجد دریابادی

انیس احمد عباسی
میمونہ خاتون

شوق قدوائی — مجنوں گورکھپوری
مشیر احمد علوی
علامہ نیاز فتحپوری

راسخ عظیم آبادی — ڈاکٹر ممتاز احمد
مطیع الرحمٰن
ذکی الحق
قائم چاندپوری
محمد عرفان

سرشار — ڈاکٹر وشنو گوپال
لطیف حسین ادیب
آمنہ عنایت

مومن — ناظر حسن زیدی
مشیر احمد علوی
امتیاز اشرفی

مفکرین شعرا اور ناقدین

اکبر حسین اکبر الہ آبادی
الطاف حسین خواجہ حالی پانی پتی
ابوالکلام آزاد امام الہند۔

اقبال محمد علامہ سر
اپندر ناتھ اشک
آنند نرائن ملا پنڈت
احمد میاں اختر جوناگڈھی
انیس احمد عباسی
آغا بابر سجاد حسین
امتیاز علی عرشی
انور عظیم
اعجاز فاروقی
اعجاز حسین ڈاکٹر سید
اعجاز حسین کاکوروی
اختر علی تلہری
احمد علی بدایونی
آمنہ شمیم
امین احسن اصلاحی
احمد ریاض
احمد ظفر
الغو کریم قدوائی
الطاف علی بریلوی سید
امبیکا پرشاد سحر منشی
الحق صدیقی لکھنوی

احتشام حسین سید بابلی
ابن سعید
ابن صفی
اجمل حسین الہ آبادی
اجمل اجملی
انجم رحمانی
امتیاز علی تاج
ابن الحسن
اصغر حسین اصغر گونڈوی
امتیاز احمد اشرفی
آل احمد سرور بدایونی
انور صابری دیوبندی
انیس (فاطمہ) الطاف علی بریلوی
امیر احمد علوی منشی سحر نگار
احمد صدیق مجنوں گورکھپوری حکیم فن
انتظام اللہ شہابی
آفتاب احمد صدیقی ردولوی ڈاکٹر
اسمٰعیل خیالی
اقبال احمد صدیقی (اعظمی)
اقبال صفی پوری
اظہر علی فاروقی

اعجاز صدیقی اکبرآبادی
افتخار حسین فخری سید
آغا حیدر دہلوی
احمد ندیم قاسمی
ابن انشاء
اختر ہری چند
آزاد جگناتھ
انجم سجاد حسین کسنڈوی
انجم شہناز کانپوری
انیس مصطفےٰ زبیری (بشیر بدر)
بدرالحسن فضیل
بدرالحسن جلالی
بیگم مشیر احمد کاکوروی
بیگم انیس شبیر احمد علوی
بیگم زاہد پرنس اسمٰعیل لکھنوی
بیگم شمس الدین احمد الٰہ آبادی
بلراج کومل
بیتاب عظیم آبادی
بیدی راجندر سنگھ
بشیر احمد علوی کاکوروی
پریم چند

پروفیسر حبیب
پرکاش پنڈت
پطرس
تنویر نقوی سید
تسنیم نسیم چھتاری
توصیف تبسم
تقی احمد کاکوروی ڈاکٹر
ترلوک چند محروم
تجمل دریابادی
تپش عبداللطیف
توبہ نوحی
تصدق حسین خالد ڈاکٹر
تاجور نجیب آبادی علامہ
تاثیر محمد الدین ڈاکٹر
ثاقب مرزا محمد لکھنوی
ثاقب ابو محمد کانپوری
ث ۔ حارث

جیلانی بانو
جعفر علی خاں اثر لکھنوی
جوہر بجنوری چندر پرکاش پنڈت

جلیس ابراہیم
جوش ملیح آبادی شبیر حسین خاں حضرت
جگر مراد آبادی علی سکندر حضرت
جلیل احمد قدوائی
جلیل سید عبدالجلیل حسنی
جلیل منظہر
جگت نرائن رواں اناوی
جے کرشن چودھری
چراغ علی مولوی
چراغ حسن حسرت

حسین مشیر حیدری سہیل کاکوروی
حامد اللہ افسر میرٹھی
حنیف فوق ڈاکٹر
حامد حسن قادری
حامد حسن بلگرامی
حامد الہ آبادی
حسن عباس فطرت
حبیب الرحمٰن خاں شیروانی ڈاکٹر مولانا۔
حیات اللہ انصاری فرنگی محلی
حبیب احمد صدیقی، بجنوری

حجاب امتیاز علی
حفیظ صدیقی لکھنوی
حسن نظامی خواجہ مولانا
حمیدہ اختر
حسرت عظیم آبادی
حمید عظیم آبادی
حسن عابد جعفری
حسن عسکری
حسن مثنی
حمیدہ سلطان دہلوی

خیال نواب احمد حسین

دیا نرائن نگم کانپوری
دل محمد خواجہ
دیوانہ موہن سنگھ
دیوانہ محمد فاروق گورکھپوری

ذوقی مسعود علی خواجہ
ذاکر حسین فرخ آبادی ڈاکٹر
" ذہیر رضوی

ریحان قیوم
رشید اختر رضوی
رفعت سلطانہ
رشید جہاں ڈاکٹر
رضا انصاری فرنگی محلی محمد حافظ
روش جوالا پوری
ریاست علی ندوی
رضا شاہ آبادی
رضی ترمزی
ریاض احمد سعید

رشید احمد صدیقی جونپوری
راز مراد آبادی
راہی غازی پوری
رفیق حسن سید ڈاکٹر
رتن دیپ۔
رضا ہمدانی
رفعت فردوس
راشد الخیری علامہ
رام لال
رام بابو سکسینہ
رحمن ایس۔ اے۔ ڈاکٹر۔

زہرہ بیگم
زوار عباس امیر الصدر الہ آبادی
زیب النساء

ساغر نظامی
سلام مچھلی شہری
سلام سندیلوی ڈاکٹر
سجاد حیدر یلدرم نہٹوری
سجاد ظہیر لکھنوی

سجاد انصاری
سیماب عاشق حسین علامہ
سجاد حسین کاکوروی منشی
سید سجاد النور
سعید اکبر آبادی ڈاکٹر مولانا
سید سجاد باقر رضوی
سید سلیمان ندوی مولانا، علامہ ڈاکٹر۔
سلامت علی مہدی لکھنوی
سید محمد الطاف
سلیم الرحمٰن
سید عبد الحمید عدم
سہیل اقبال احمد اعظمی
سید محمد محمود ڈاکٹر
سیدہ فرحت
سید علی اکبر قاصد
سہیل عظیم آبادی
سلیم رضا
سردار جعفری
ساحر لدھیانوی
سجاد حارث
سید افضل جعفری

سید عابد علی عابد
سالک علم الدین ڈاکٹر
سیدہ اختر حیدر
شفا گوالیاری
شمس قاسمی حضرت
شکیل بدایونی
شہنشاہ حسین رضوی
شہنشاہ حسین ازم
شبیر محمد حسن الہ آبادی
شوکت صدیقی
شوکت سبزواری
شکر اللہ خلیلی ڈاکٹر
شوکت تھانوی محمد عمر مسٹر
شکیل جمالی
شعور بریلوی
شبیہ الحسن نونہروی
شجاعت علی سندیلوی
شارب ردولوی
شہاب جعفری
شہاب الدین کرمانی
شریف (محمد) نعمانی ڈاکٹر

شاہدہ عرفان فرخ آبادی
شاہ دستگیر نظام الدین اکبر آبادی
شاد عارفی
شاد امرتسری
شبلی نعمانی علامہ
شیو پرشاد سنہا الٰہ آبادی
شبیر احمد غوری
شانتی دیوی دیوی ڈاکٹر
شبیر احمد علوی علام محی الدین (کاکوروی)
شوق عبدالعلی سندیلوی
شہباز عبدالغفور
شمس الدین قادری
شاد نریش کمار
شفیق الرحمٰن
شہزاد احمد
شفیق جونپوری
شاہین غازیپوری
شعری بھوپال
شمیم کرہانی
شمیم نبی الحسن کاکوروی
شمیم بھوپالی

صالحہ عابد حسین
صفدر مرزاپوری
صباح الدین عمر نگرامی
صلاح الدین عثمان نگرامی
صدیق حسن سید گرڈی
صوفی صغیر احمد بنارسی
صدیقہ بیگم سیوہاروی
صدق جائسی
صبیحہ ہوشیارپوری
صدیق حسن مجمی ڈاکٹر
صوفیہ فضل
صغریٰ ہمایوں حیدرآبادی

ضیاء الدین برنی
ضیاء بلقیس
ضیاء الحسن علوی کاکوروی
ضیا بانو دہلوی
ضیا احمد بدایونی

طاہر محسن کاکوروی
طفیل جمالی

طفیل احمد
طالب باغپتی
طالب الہ آبادی

ظہیر الدین علوی جونپوری
ظہیر بابر
ظہیر کاشمیری
ظفر عمر
ظفر علی خاں مولانا
ظفر پیامی
ظفر عالمگیر
ظفر واسطی

عبداللہ سید ڈاکٹر (منگوری ہزارہ)
عابد حسین سید (فرخ آبادی) ڈاکٹر
عظیم قریشی
عاشق حسین بٹالوی ڈاکٹر
عبدالشکور جاوید الہ آبادی
عبدالشکور تماشائی بریلوی
عبدالمالک اردی منشی
عبدالمالک اردی مسٹر

عظمت اللہ دہلوی
عائشہ شبیر
عابد سہیل
علی عباس حسینی سید
عزیز غنی
عبدالماجد دریابادی مولانا
عبدالقوی دریابادی
عبدالرحمٰن بجنوری ڈاکٹر
عبدالحق باپوڑوی
عبدالحق مدراسی ڈاکٹر
عزیزہ نگار
عزیز احمد
عبدالقادر
عبدالقادر سروری
عبادت بریلوی ڈاکٹر
عارف مہسوی
عارف عباسی بلیادی
عندلیب شادانی وجاہت حسین سید ڈاکٹر
عبدالباری آسی علامہ
عبدالسلام ندوی
عبدالسلام مولانا ندوی

قیوم خضر
کبریٰ سلطان پوری
کلیم الدین احمد
کلیم عزنی
کرشن چندر
کلیم الدین احمد علوی کاکوروی
کپور کنھیالال
گوپی چند نارنگ

ل. احمد اکبرآبادی
لطیف (عبدال) صدیقی سفیر بجنوری
محمد تقندی خاں
محمد صادق ڈاکٹر
محمد داود زبیر ڈاکٹر
مشیر احمد علوی ناظر
محمود نظامی
منیر نیازی
معین حسن جذبی ڈاکٹر
محفوظ علی بدایونی
مالک رام

محمد اکرم
محمد حسن ڈاکٹر
منظر سلیم
مہدی حسن گورکھپوری افادی الاقتصادی
ممتاز شیریں
مرزا سلطان احمد بیگ
مسیح الحسن رضوی
محمد علی منظر مرزاپوری
مخدوم محی الدین
محمد مجیب
محمد علی جوہر رامپوری مولانا
محشر مرزاپوری
محمد الطاف سید
محمود اعظم سمی
مہدی حسن ناصری
مخمور اکبرآبادی
محمد علی حکیم
محمد حسین نقوی لکھنوی
مجروح سلطان پوری
محبوب طرزی خان

محمد طفیل
محمد نذیر
محمد داؤد رہبر
مائل ملیح آبادی
مشتاق انگر رحیم آبادی
مسعود حسن ڈاکٹر
محمد حسین آزاد
محمد حسن عسکری
عسکری سروش مرزا
منجولتا سری واستوا
مسعود حسن رضوی نیوتنوی
مسیح الزماں جائسی
مصطفیٰ حیدر کاظمی کوروی شاہ
محمود شیرانی پروفیسر
معین الدین دردائی
مانی جائسی
محمود احمد ہنر شاہ جہاں پوری
محمد احمد موہانی
محمد علی چودھری ردولوی
مہ لقا شیر کاکوروی
میمونہ خاتون عباسی

مجنوں لکھنوی
مجیب خیرآبادی
نوح ناروی مولانا
نیاز فتحپوری علامہ
نادر علی خاں عباسی نادر کاکوروی
نازش پرتاب گڑھی
نورالحسن ہاشمی ڈاکٹر
نسیم قریشی
نسیم احمد دانش محلی
نوح ناروی
نسیم احمد
نصیرالدین ہاشمی
نثار فاروقی
نورالحسن نیر کاکوروی علامہ
نسیم الہ آبادی (دیا شنکر مشر)
نجم الدین شکیب
نقوی ایم۔اے
نذیر احمد ڈاکٹر
نصیر احمد علوی حافظ کاکوروی
نسیم وحیدہ عزیز اورنگ آبادی
نصیبہ راز

نشور واحدی۔
ن۔م۔ راشد
نسیمہ سوز
نسرین خانم
نسیم امہونوی سید محمد
نقوی سید ناصر حسین
وامق جونپوری
وزیر آغا ڈاکٹر
وحید قریشی ڈاکٹر
وقار عظیم
ولایت علی ابیوق

ولی الدین ڈاکٹر
وارث حسین کرمانی تفاش
وحید احمد شیخوپوری
وحشی محمود آبادی
ہاجرہ نازلی
ہاجرہ مسرور
یوسف ظفر
یگانہ عظیم آبادی
یاس عظیم آبادی
یونس خالدی
یونس دہلوی
یوشع ابوہاشم سید

حلقے اور مکتبے

حلقۂ دانشوراں الہ آباد۔ حلقۂ دانشوراں لکھنؤ۔ کاشانۂ اردو کراچی۔ اعلیٰ کتب خانہ کراچی۔ کتب خانہ علم وادب کراچی۔ عبدالحق اکاڈمی کراچی۔ مکتبہ نیا دور کراچی۔ مکتبہ العلم کراچی۔ آزاد کتاب گھر کلاں محل دہلی۔ مشتاق بک ڈپو بندر روڈ کراچی۔ مکتبہ جاوید الہ آباد۔ مکتبہ فکر جدید عالم باغ لکھنؤ۔ مکتبہ شاہراہ دہلی۔ انجمن ترقی اردو کراچی۔ انجمن ترقی اردو علی گڈھ۔ دارالمصنفین اعظم گڈھ۔ انجمن اردوئے معلیٰ علیگڈھ۔ ادارہ فروغ اردو لکھنؤ۔ انجمن حدیقۃ الشعر علی گڈھ۔ دانش محل لکھنؤ۔ اسٹڈی سرکل الہ آباد۔ کتابستان الہ آباد۔ ندوۃ المصنفین دہلی۔ حلقہ فکر و نظر الہ آباد۔ کتاب گھر دہلی۔ مکتبہ جامعہ دہلی۔ مکتبہ نولکشور لکھنؤ۔ ادارہ فکر و نظر الہ آباد۔ مکتبہ تاج لکھنؤ۔ انجمن مستشرقین الہ آباد۔ رعد پریس کانپور۔ نسیم بک ڈپو لکھنؤ۔ کتابی دنیا لکھنؤ۔ نکہت پبلشرز فروغ اردو۔ مکتبہ جدید۔ جامعہ اردو علی گڈھ۔ جامعہ ادبیات کشمیر۔ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن۔ اردو اکاڈمی لکھنؤ۔ قومی کتاب گھر لکھنؤ۔ ادارہ انیس اردو الہ آباد

مختلف یونیورسٹیاں اور تحقیقات

آگرہ یونیورسٹی

طالب علم	موضوع	نگراں	دیگر کیفیت
سلیم حامد رضوی	اُردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصّہ	ڈاکٹر گیان چند	تقریباً مکمل
ناظرہ خاتون	اُردو شاعری میں سیاسی شعور	〃	
گیان چند جین	شمالی ہند میں اُردو مثنوی کا ارتقا	〃	ڈگری مل گئی
ایس۔ بی۔ ایچ، رضوی	حالی کا ادبی سرمایہ	〃	
محمد عرفان	قائم چاند پوری	〃	
سید لطیف حسین ادیب	رتن ناتھ سرشار اور اردو ادب	〃	

الہ آباد یونیورسٹی

طالب علم	موضوع	نگراں	دیگر کیفیت
وشنو گوپال	رتن ناتھ سرشار اور اُنکی ادبی خدمات		ڈگری دیدی گئی
سید محمد عاقل رضوی	شمالی ہند میں اُردو مثنوی کا ارتقا		
مہر النساء حسن	جنگ آزادی میں اُردو کا حصّہ		
آصف جاہ کاروانی	اقبال کا فلسفۂ خودی اور اُسکا ماخذ و مقصد		
	افسانوی ادب میں عوامی زندگی کا پرتو	ڈاکٹر اعجاز حسین	
	انیس اور اُن کا فن	〃	
	ابوظفر کا عہد اور اُن کی زندگی	〃	
	فورٹ ولیم کالج کے اُردو ادیب	〃	

طالب علم	موضوع	نگراں	دیگر کیفیت
	حالی بحیثیت ادیب و تنقید نگار	ڈاکٹر اعجاز حسین	
	اُردو ڈرامہ کا ارتقا	"	
سید نامر حسین نقوی	اُردو مقالہ نویسی کا ارتقا	ڈاکٹر سید رفیق حسین	ڈگری مل گئی

بمبئی یونیورسٹی

طالب علم	موضوع	نگراں	دیگر کیفیت
ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	سخنورانِ گجرات	نجیب اشرف ندوی	
ڈاکٹر عبد العلیم نامی	اُردو تھیٹر	"	ڈگری دیدی گئی
ڈاکٹر عقیلہ این اے جالی	لسان العصر اکبر الہ آبادی	"	
خیر النساء خان	اُردو ادب میں طنز و ظرافت	"	
ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی	دبستانِ دبیر	"	
محمد علی ابو محمد	اُردو قطعات کا ارتقا	"	
میمونہ مقدم	بمبئی میں اُردو	ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	
پروفیسر شریف احمد	عبد الحلیم شرر	"	
پروفیسر آدم شیخ	مرزا رسوا اور ان کی تصانیف	پروفیسر نظام الدین گوریکر	
عبد الشکور قادری	دکن میں اُردو	"	
ضمیر احمد خاں	اُردو شاعری پر ہندی شاعری کا اثر	"	

بہار یونیورسٹی

طالب علم	موضوع	نگراں	دیگر کیفیت
پروفیسر سید محمد حسن	مرزا محمد علی فدوی اور اُردو شاعری کی ترقی میں اُن کا حصہ	کلیم الدین احمد	ڈگری دیدی گئی

میر سوز		قاضی عبدالودود	
میر شیر علی افسوس		〃	

پٹنہ یونیورسٹی

ڈاکٹر سید اختر اورینوی	بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقا		ڈگری دیدی گئی
یوسف خورشیدی	اردو ادب میں ہندوستانی تہذیب کا عنصر	کلیم الدین احمد	〃
ڈاکٹر ممتاز احمد	راسخ کی مثنویاں	〃	〃
پروفیسر مطیع الرحمٰن	راسخ کے دو شاگرد (فرحت اور محسن)	〃	
پروفیسر ذکی الحق	میر حسن	ڈاکٹر سید اختر اورینوی	
پروفیسر نواب کریم	بہار میں اردو مرثیہ نگاری	〃	
ضیاء الرحمٰن	اردو افسانوں میں کردار نگاری	〃	
پروفیسر ایس۔ ایم صدرالدین	آیت اللہ جوہری پھلواروی	〃	

دہلی یونیورسٹی

گوپی چند نارنگ	اردو شاعری میں ہندوستانی عناصر	ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی	
حبیب النساء بیگم	میسور میں اردو کا ارتقا	〃	تقریباً مکمل
شرافت حسین مرزا	مولانا ابوالکلام آزاد کا اردو ادب میں حصہ	〃	〃
خلیق انجم	مرزا مظہر جان جاناں	〃	
پریم پال اشک	بیسویں صدی میں دہلی کی اردو صحافت	〃	
راج نرائن راز	اردو میں بچوں کا ادب		
کے ایس بیدی	اردو و پنجابی کا لسانیاتی رشتہ	ڈاکٹر سدھیشور ورما	

عثمانیہ یونیورسٹی

سیدہ جعفر ڈاکٹر	اُردو ادب میں انشائیہ کا ارتقاء ۔ ڈگری مل گئی
خالدہ بیگم	اورنگ آباد میں اُردو ادب
ثمینہ بیگم	راجہ چند دلال شاداں، حیات اور شاعری
مغنی تبسم	ڈاکٹر جان گلکرائسٹ اُنکی زندگی اور کارنامے
رشید موسوی	دکن کے اُردو مرثیے ۱۸۵۷ء کے بعد
سید حمید شطاری	اُردو میں قرآنی ادب
حمید الدین شاہد	اُردو مثنوی ولی تک
مرزا صفدر علی بیگ	خواجہ بندہ نواز کے اُردو رسالے

لکھنؤ یونیورسٹی

افضال احمد	چکبست	پروفیسر سید احتشام حسین
سید حبیب عباس	تنقید جدید کی نظریاتی بنیادیں	"
مسعود عالم	ڈاکٹر نذیر احمد بحیثیت ناول نگار	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی
اکبر حیدری	میر انیس کے کلام کی فنی خصوصیات	پروفیسر یوسف حسین موسوی
سلام سندیلوی ڈاکٹر	اُردو شاعری میں منظر نگاری (ڈی لٹ)	"
شجاعت علی سندیلوی	حالی بہ حیثیت شاعر	پروفیسر سید احتشام حسین ڈگری مل گئی
عابدہ عسکری	جنگ آزادی میں اُردو ادب کا حصہ	"
غلام احمد فرقت	اُردو شاعری میں طنز و مزاح	"
ڈاکٹر نذیر احمد	کتاب نورس (ڈی لٹ)	" ڈگری دیدی گئی

نورالحسن ہاشمی ڈاکٹر	کلیات ولی (ڈی لٹ)	پروفیسر سید احتشام حسین	ڈگری دیدی گئی
سلام سندیلوی ڈاکٹر	اردو رباعی کا فنی اور تاریخی ارتقا	〃	〃

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	لکھنؤ کا دبستان شاعری	ڈگری دیدی گئی
ڈاکٹر نورالحسن	دہلی کا دبستان شاعری	〃
ڈاکٹر مسعود حسین	تاریخ زبان اردو	〃
ڈاکٹر آفتاب احمد	شبلی شخصیت اور تصانیف	〃
ڈاکٹر محمد عزیز	اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ	〃
ڈاکٹر سراج الحق	دیوان شاہ حاتم	〃
ڈاکٹر رضی الدین	نظیر اکبر آبادی	〃
ڈاکٹر اکبر قریشی	اشارات و تلمیحات اقبال	〃
ڈاکٹر معین احسن جذبی	حالی کا سیاسی شعور	〃
ڈاکٹر خورشیدالاسلام	غالب	〃
محمود الہٰی زخمی	اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ	تقریباً مکمل
قاضی عبدالستار	اردو شاعری میں قنوطیت	〃
قمر رئیس ڈاکٹر	پریم چند کی ناول نگاری	ڈگری دے دی گئی
خلیل الرحمٰن اعظمی	ترقی پسند	〃
میمونہ خاتون	مرزا رسوا	〃
محمود الحسن	دیوان جرأت ترتیب	〃

عزیز اللہ بیگ	دکنی زبان کا ارتقا اور اُسکی تاریخی فرہنگ
شہاب جعفری	اُردو میں انگریزی الفاظ
کنول کرشن بالی	اُردو ہندی کے عروض کا تقابلی مطالعہ
مُنّی بیگم	شیفتہ شخصیت اور تصانیف
تنویر علی	ذوق

ناگپور یونیورسٹی

اشرف علی خاں	جدید اُردو شعراء پر مرزا غالب کا اثر	پروفیسر محمد حنیف جبلپور	ڈگری دیدی گئی
سید رفیع الدین	اُردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر بی۔ ایم۔ خاں	
سید حسن الدین	اُردو زبان و ادب کی ترقی میں ہندؤں کا حصہ	پروفیسر محمد حمید جبلپور	
قطب النساءؑ	اُردو زبان میں سفرنامے	پروفیسر عبدالقادر سروری حیدر آباد	
اے۔ سی۔ شرما	اُردو رباعیوں کی تاریخ و تنقید	ڈاکٹر ایس نعیم الدین ناگپور	
ایم۔ حنیف۔ ایم حسین	اُردو میں اخلاقی شاعری	ڈاکٹر ایس رفیع الدین ناگپور	
منشاء الرحمٰن	اُردو میں خطوط نگاری اور اُسکی تاریخی و ادبی اہمیت		
ایچ۔ کے اثر	اُردو شاعری اور تصوّف		

وکرم یونیورسٹی اُجین

ابراہیم یوسف	اُردو میں بچوں کا ادب	ڈاکٹر گیان چند

عمران انصاری	اُردو کے علمی و تصنیفی ادارے	ڈاکٹر گیان چند
بلقیس فاطمہ	اُردو نثر میں رومانوی تحریک	”
شفیقہ فرحت	اُردو شاعری میں عورت کی پیش کش	”
آفاق احمد	مہدی افادی	”

پنجاب یونیورسٹی

ایم ربٹ	اُردو ادب میں پنجاب کا حصہ	ڈاکٹر سید عبداللہ
غلام حسین	اُردو ادب میں سیاسی و عمرانی میلانات	”
مہر عبدالحق	ملتانی زبان اور اسکا اُردو سے تعلق	”
ا۔ د۔ نسیم	اُردو شاعری کا مذہبی اور فلسفیانہ عنصر	”
خاور درانی	بہادر شاہ ظفر اور اُن کا عہد	”
محمد موسیٰ خاں کلیم	غالب، ایک جائزہ،	”
صفیہ عبدالحق	مصطفیٰ خاں شیفتہ اور اُنکے معاصرین	”
محمد اختر بیگ	آتش اور ان کا عہد	”
محمد اسلم	ڈرامہ نگاری کا فن اور اُردو ڈرامہ	پروفیسر سید وقار عظیم
ناظر حسن زیدی	مومن خاں مومن دہلوی	”
کلثوم سلطانہ	نذیر احمد دہلوی	”
آمنہ عنایت	سرشار	
عبداللہ خاں	پریم چند	
آمنہ مینائی	اُردو نثر کا لکھنوی دبستاں	
زبیدہ قریشی	میر اور اُن کا کلام	

ارشاد احمد آرشد	اُردو میں شخصی اور مذہبی مرثیہ نگاری (تاریخ و تنقید)	
مرید حسین شیخ	اُردو نظم نگاری کی تاریخ اور ارتقا	

ڈھاکہ یونیورسٹی

عبدالحق	فارسی شاعری کا اثر اُردو شاعری پر (۱۹۵۸ء)	ڈاکٹر عندلیب شادانی
		〃
پروفیسر معیز الدین	قائم چاندپوری	〃
شبیر احمد علوی	جعفر علی حسرت	〃
صلاح الدین احمد	اُردو شاعری کے رجحانات پہلی جنگ عظیم کے بعد	〃
خان رشید اللہ	اُردو شاعری کا تاریخی اور سیاسی پس منظر	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

سندھ یونیورسٹی

کریم الدین احمد	امیر مینائی اور اُن کے تلامذہ
رفعت علی خاں	اقبال کا ذہنی ارتقا
منظر حسین کاظمی	اُردو صحافت کا ارتقا
معین الدین احمد	اُردو کا مکاتیبی ادب
شمشاد علی خاں	اُردو ادب میں دہلی کی معاشرت
سید باقر رضا	اُردو ادب میں لکھنؤ کی معاشرت

نوٹ:- اکثر یونیورسٹیوں نے شعبۂ تحقیقات کی رپوٹ نہیں بھیجی بہرحال آئندہ ادا سیہ میں اسکی تکمیل ہو سکے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔ یہ فہرست شاعر سے مکمل کی گئی ہے۔

کتب خانے

خدابخش لائبریری پٹنہ
کتب خانہ انوریہ خانقاہ کاظمیہ کاکوری لکھنؤ
امیر محل لائبریری کاکوری لکھنؤ
کتب خانہ فرنگی محل لکھنؤ
〃 ٹکسال فرنگی محل
〃 ماجدیہ دریاباد بارہ بنکی
〃 رفاہ عام لکھنؤ
〃 سفیریہ درگاہ واں لکھنؤ
〃 ندوۃ العلماء لکھنؤ
〃 محمود آباد سیتاپور
〃 خانقاہ داریہ دیوان بارہ بنکی
〃 جعفر علی خاں آثر کشمیری محلہ لکھنؤ
〃 ناصریہ سرکار دولت مدار کھجوہ لکھنؤ
〃 حسینیہ۔ جھاؤلال بازار لکھنؤ
〃 سرکار عالیہ رامپور
〃 مدرسہ عالیہ ڈھاکہ
〃 شاہ نظام الدین کاکوروی اورنگ آباد
〃 عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد
〃 بمبئی یونیورسٹی بمبئی

کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور
〃 پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ
〃 کراچی یونیورسٹی کراچی
〃 لٹن علی گڈھ مسلم یونیورسٹی
〃 سبحان اللہ کلکشن علیگڈھ
〃 حضرت شاہ علی احسن احسن مارہروی علی گڈھ
〃 مسعودیہ رضویہ اشرف آباد لکھنؤ
〃 بہو بیگم گلاب باڑی فیض آباد
〃 شیش محل لکھنؤ
〃 فاخریہ بیلور مدراس
〃 عبدالحق ڈاکٹر مدراس
〃 ابوالکلام آزاد دہلی
〃 تحریۂ الگن روڈ الہ آباد
〃 خانقاہ دائرہ شاہ اجمل الہ آباد
〃 خانقاہ اشرفیہ آرہ
〃 خانقاہ دسنہ بہار
〃 〃 راجگیر
〃 شاہی بھوپال
〃 سرکاری کونسل چیمبر لکھنؤ

کتب خانہ پبلک الہ آباد
" امیرالدولہ قیصر باغ لکھنؤ
" معارف اعظم گڈھ
" نیازیہ کاشانہ نگار لکھنؤ
" عبدالسلام خواجہ کانپور
" فاطمان بنارس
" عزیزیہ خانقاہ شریف بریلی
" سرکاری پونا
" " (مخطوطات) الہ آباد
" د حیدریہ شیخوپور بدایوں
" مظہریہ سندیلہ ہردوئی
" سردریہ نصیر منزل کوچہ میر جان لکھنؤ
" انوریہ صابریہ دیوبند
" دیوبند
" خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون
" گیلان بہار
" منیریہ غازی پور
" انجمن ترقی اُردو کراچی
" " علی گڈھ
" جامعہ اُردو "
" شعبہ اُردو جامعہ لکھنؤ

کتب خانہ شعبہ اُردو گورکھپور یونی ورسٹی
" " آگرہ "
" " علی گڈھ "
" " بنارس "
" " ڈھاکہ "
" " پنجاب "
" " کراچی "
" " سندھ "
" " راجشاہی "
" " پٹنہ "
" " سینٹ جانس کالج آگرہ
" " سینٹ اینڈریوز کالج گورکھپور
" " بسنت پورہ گورکھپور
" " مجیدیہ اسلامیہ کالج الہ آباد
" " امیرالدولہ اسلامیہ کالج لکھنؤ
" " ممتاز ہائر سکنڈری ہائر اسکول
" " ممتاز منزل گونگے نواب کا باغ لکھنؤ
" " ممتاز دارالیتامیٰ گونگے نواب کا باغ لکھنؤ
" " شاہ سلیمان الہ آباد لکھنؤ
" " شاہ سلیمان پھلواری، پھلواری شریف بہار

کتب خانہ آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ
" " بھوپال
" " پٹنہ
" " بمبئی
" " دہلی
" " لاہور
" " ڈھاکہ
" " کراچی
" نظامیہ خانقاہ خواجہ حسن نظامی
نظام الدین دہلی
" جامع مسجد دہلی

اِضافہ

امداد امام اثر
آفتاب لکھنوی
ارشاد کاشف
اصغر امام فلسفی
اظہار رام پوری
آغا الہ آبادی
افتخار اعظمی
انور مرزا پوری
انجم مانپوری
انجم رحمانی
انجم فاطمی
ابوالخیر کشفی
امرناتھ اثر
اصغر راہی
ابراہیم یوسف
ابراہیم مہر
اسلم بھاگلپوری
اسیر علی گڈھی
احمد جمالی پاشا

آفتاب احمد جوہر بدایونی
انیس مصطفےٰ زبیری
ایم ۔ نسیم
ارشد کاکوی
اجودھیا پرشاد سریواستو ذبیح
بیگم پرنس اسمٰعیل
بھگوتی پرشاد عاجز
بیکس رام لوٹ سنگھ
پشکر ناتھ
بلقیس رحمانی
پریشان سلطان پوری
پرویز انجم
پرویز شاہدی
پرمود ھ کمار
پریم وار ٹنی
تسکین سورتوی
سرتیج بہادر سپرو
تاج انور
تشنہ اعظمی
تاج

جوشش عظیم آبادی
جام لکھنوی
جلیل فتحپوری
جگدیش بل
جے کرشن چودھری
جے پال عادل
حامد حسین
حمید قیصر
حریف مرادآبادی
حرمت الاکرام
حکیم سلیم
حسن جاوید کاظمی
حسن عزیز جاوید
چاند نرائن رینہ
چاند نرائن رینہ مسز
خیر بھوروی
خلیق ابراہیم
خیرالنسا نیلوری
دلویندر اثر
دت بھارتی
دور ہاشمی
درد کاکوروی

رابعہ زبیری
ریوتی سرن شرما
راز الہ آبادی
رفعت نواد
روحی فرحت جہاں
زکی انور
زہرہ نگاہ بدایونی
سیدہ اختر حیدرآبادی
سلیم حامد رضوی ڈاکٹر
سروش لکھنوی
شیلا سہائے
سروش عظیم آبادی
ساحر لکھنوی
ساحر لدھیانوی
سعید اختر نعمانی
سریٹ لکھنوی
ساحر سلطان پوری
گوکل پرشاد پاٹھک
سراج علی آبادی
سہیل عظیم آبادی
سراج انور
ستیہ پرکاش سنگر
سدرشن پال
سوم لکھنوی
سرسوتی پانڈے
شمیم انور

شمیم نقوی۔ شرف سلطان پوری
شوق وشنو سہائے
شعری بھوپالی۔ شارب ردولوی
شمیم بھوپالی۔ شمیم صدیقی
شمیم جے پوری۔ شاہجہاں بانو یاد جھانسوی
شفیق الہ آبادی۔ شفیق فاروقی ڈاکٹر
شاد عارفی
شعلہ الہ آبادی
شیو پرشاد سنہا
شس۔ مجی
صفیہ سراج
ضیاء الاسلام عثمانی اسلام رؤفی
طرفہ قریشی
ظ۔ انصاری
عمر عادل مارہروی
عزیزہ نقی امام عمر انصاری
عباس حسینی الہ آبادی
عطا حسین عطا سید
عزیز عظیم آبادی عبور نانپاروی
عبدالقیوم انصاری
عبدالعزیز انصاری
عطا کاکوروی

عرفاں اعظمی عزیزالدین بلخی
عطا کاکوی عنایت احمد گڈلی
غبار بھٹی
فردوسی عظیم آبادی
فصیح الدین بلخی فہمی ناروی
قیوم خضر
قمر محمود الحسن صدیقی
قاسم شبیر نقوی نصیر آبادی
قمر قیصر تکین۔ قیصر فیض آبادی
کوثر چاندپوری
کشمیری لال ذاکر
کرشن گوپال عابد
کریم بھاگلپوری
کملا چودھری
کلیم عاجز
کیفی کاکوروی
کیفی اعظمی
گوردیال سنگھ دالیہ
گلزار دہلوی
ل۔ احمد اکبر آبادی
مست الہ آبادی
مہجور شمسی مصور لکھنوی

مہجور ہاجرہ بیگم۔ ایم۔ایم راجندر
مسیح الحسن رضوی
مسلم ساگری
محمود الحسن صدیقی
محور سلطان پوری
منورما چودھری
مظفر مرزاپوری
محمود خاں
موہن یادر۔ مجروح سلطان پوری
مظفر ہسوی میرن سید محمد عباس
محسن نواب رضوی
ماہپوری مرحوم ماچس لکھنوی
مقبول احمد بوری
مہندر یادر محمد عمر ثمر چھپاروی
نسیم احمد۔ نیر سلطان پوری
نجم آفندی ناطق لکھنوی
ناطق گلاوٹھوی
نسیم قریشی
نقوی سید ناصر حسین
نیاز احمد ردحی
ندر امام
نازش پرتاب گڈھی

نادم سیتاپوری
ندیم نقوی
نصیر حسین خاں نواب
وفا ملک پوری
وحشت سلطان پوری
ہاجرہ نازلی
یونس خالدی
یونس دہلوی
یونس حسن علوی فروغ
یورش عظیم آبادی

رسائل۔ مکتبے

صبح نو۔ اشارہ۔ نئے چراغ۔شاعر۔
نقاد۔ خیال۔ایوان۔ شمع ادب۔
نئی روشنی۔ادیب۔ فکر وادب۔
دانش کدہ بھوپال۔ادارہ انیس اردو
الہ آباد۔عبدالباری اکاڈمی فرنگی محل
لکھنؤ۔ محسن اکاڈمی۔اودھ پنچ۔
حلقہ ارباب ذوق۔ ادارہ الہیات۔
حلقہ ارباب ذوق۔